الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

فروری 2021

حضور خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مبارک حسین مصباحی

سلطان الہند عطائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ العزیز جامع صفات عارف کامل تھے، آپ کی پوری زندگی علم و عمل، دعوت و تبلیغ اور رشد و ہدایت میں گزری، آپ نے اپنے حسنِ اخلاق اور سوزِ دروں کی برکت سے دیارِ ہند میں بے شمار حضرات کو رشد و ہدایت کا پیکر بنا دیا، نہ جانے کتنے ظالموں، جابروں اور شرابیوں کو حق و صداقت کا راہی بنا دیا۔ مشہور واقعہ ہے کہ دورانِ سفر علاقہ سبزوار، خراسان، ایران سے گزرتے ہوئے ایک باغ میں ٹھہرے۔ یہ باغ حاکم سبزوار کا تھا جو شرابی اور انتہائی شاطر تھا۔ وہ باغ میں آتا اور شراب میں مدہوش ہو کر شور و غل کرتا، محافظوں نے حضرت خواجہ غریب نواز سے یہ عرض کیا: آپ یہاں سے تشریف لے جائیں، ایسا نہ ہو کہ باغ کا مالک آپ کو کوئی نقصان پہنچا دے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اللہ عزوجل میرا حافظ و ناصر ہے۔ اسی دوران حاکم باغ میں داخل ہوا اور سیدھا حوض کی طرف آیا۔ اپنی عیش و عشرت کی جگہ پر ایک اجنبی درویش کو دیکھا تو آگ بگولا ہو گیا، اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک نظر ڈالی اور اس کی کایا پلٹ دی۔ حاکم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظرِ جلالت کی تاب نہ لا سکا اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ خادموں نے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے، جب ہوش آیا فوراً آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں میں گر کر بد مذہبیت اور گناہوں سے تائب ہو گیا اور آپ کے دستِ مبارک پر بیعت ہو گیا۔ پیر و مُرشد حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی انفرادی کوشش سے اس نے ظُلم و جَور سے جمع کی ہوئی ساری دولت اصل مالکوں کو لوٹا دی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت کو لازم پکڑ لیا۔ آپ نے کچھ ہی عرصے میں اسے فُیوضِ باطنی سے مالا مال کر کے خِلافت عطا فرمائی اور وہاں سے رخصت ہو گئے۔

اسی سفر میں آپنے حضرت داتا گنج بخش سیّد علی ہجویری علیہ الرحمہ کے مزار اقدس پر لاہور میں نہ صرف حاضری دی بلکہ مُراقبہ بھی کیا اور حضرتِ سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خصوصی فیض حاصل کیا۔ مزارِ پُر انوار سے رخصت ہوتے وقت داتا گنج بخش کی عظمت و فیضان کا بیان اس شعر کے ذریعے کیا:

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقِصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

رجب المرجب 1442 | فروری 2021 | جلد: 45۔ شمارہ: 2

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی

منیجر: محمد محبوب عزیزی

تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ	THE ASHRAFIA MONTHLY	قیمت عام شمارہ
دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴	Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404	قیمت عام شمارہ: 30 روپے سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے
چیک اور ڈرافٹ بنام ASHRAFIA MONTHLY بنوائیں	کوڈ نمبر 05462 دفتر ماہنامہ اشرفیہ 250149 الجامعۃ الاشرفیہ 250092 دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122	سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ 750 روپے دیگر بیرونی ممالک 25 $ امریکی ڈالر 20 £ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

Email : ashrafiamonthly@gmail.com
mubarakmisbahi@gmail.com
info@aljamiatulashrafia.org

ASHRAFIA MONTHLY
A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532
اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	حکومت تینوں زرعی قوانین واپس لے اور ایم ایس پی کو قانونی شکل دے	مبارک حسین مصباحی	3
	تحقیقات		
شرعی تحقیق	المستدرک للحاکم ناقدین کی نظر میں	مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری	7
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علمائے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	12
	نظریات		
فکر امروز	منشیات کا زہر اور تڑپتی لاشیں	مفتی توفیق احسن برکاتی	17
	اسلامیات		
شعائر	وقت کا کوئی نعم البدل نہیں	حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی	24
	شخصیات		
انوار حیات	مفتی اعظم مندسور حضرت مفتی عبد المنان قادری علیہ الرحمہ (قسط-2)	مبارک حسین مصباحی	26
	بزم دانش		
فکر و نظر	سلطان الہند خواجہ غریب نواز قدس سرہ- دینی اور سماجی تعلیمات		34
	خدمت خلق اور شریعت و طریقت	مولانا شاہ نواز عالم مصباحی ازہری	34
	سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز کی سماجی خدمات	مولانا محمد یوسف نظامی مصباحی	38
	ادبیات		
نقد و نظر	مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی، جہانِ علوم و معارف	تبصرہ نگار: وزیر احمد مصباحی، بانکا	40
خیابانِ حرم	نعت و منقبت	سید نور الحسن نور/مولانا امجد علی قادری/مہتاب پیامی	43
	وفیات		
سفرِ آخرت	حضرت مولانا محمد حفیظ اللہ اشرفی علیہ الرحمہ	ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی	44
	حضرت مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی کی اہلیہ کا وصال	مبارک حسین مصباحی	48
	علامہ مولانا محفوظ الرحمٰن رضوی	سید صابر حسین شاہ بخاری	50
	آہ! مولانا حافظ محمد عمر فاروق سعیدی	سید صابر حسین شاہ بخاری	51
	مکتوبات		
صدائے بازگشت	محمد شہروز مصباحی/محمد یوسف نظامی مصباحی		52
	سرگرمیاں		
خیر و خبر	مسلمان ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے قربانی دیں/بنارس میں مرحوم الحاج عبد الحکیم عزیزی کے دولت کدہ پر عرس عزیزی کی تقریب/مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی کو عظیم صدمہ		54

حکومت تینوں زرعی قوانین واپس لے اور ایم ایس پی کو قانونی شکل دے

اسلام اور سماج میں کاشت کاروں کی اہمیت

مبارک حسین مصباحی

گذشتہ چند ماہ سے ملک بھر میں کسان سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں، یہ تینوں زرعی قوانین بقول موجودہ مرکزی حکومت کسانوں کے فائدے کے لیے بنائے گئے ہیں مگر شدید افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ جن کے مفاد میں بنے ہیں وہ مسلسل پُرزور مخالفت کر رہے ہیں۔ مخالفت زبانی اور تحریری طور پر ہی نہیں بلکہ عملی طور پر کسان سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں، پنجاب ہریانہ راجستھان اور مغربی یوپی تو براہ راست شامل ہیں، مگر اب پورا ملک اس احتجاج میں شامل ہے۔ کسانوں کے پر عزم لیڈر راکیش ٹکیت نے کہا ہے کی کسانوں کی مہا پنچایتیں اب مغربی بنگال اور ملک کے دوسرے صوبوں میں بھی ہوں گی۔ آپ غور کریں کہ بیرون ملک بھی ان کسان مخالف قوانین کی زبردست مخالفت ہو رہی ہے، اقوام متحدہ اور کئی ممالک کے سیاسی ذمہ داروں نے بھی سخت نوٹس لیا ہے، سپریم کورٹ نے بھی اپنے فیصلے میں سنا دیا کہ حکومت کی مخالفت میں احتجاج کرنے کا ہر باشندے کو حق ہے۔ مرکزی حکومت کی جانب سے جاری کردہ ان تینوں قوانین کی تمام اپوزیشن پارٹیاں مخالفت کر رہی ہیں اور ملک کی نامور شخصیات نے بھی احتجاجی کارروائیوں میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ ایک بار کسانوں نے اپنے گھروں کو واپس ہونا شروع کیا، ٹکیت کے ساتھ قریب ڈیڑھ سو کسان باقی رہ گئے تھے، ہزاروں پولیس اور فوجیوں نے غازی پور بارڈر کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ اب ٹکیت نے روتے ہوئے کہا: ہمارے ساتھ قریب ڈیڑھ سو کے قریب کسان ہیں، ایم ایل اے تین ہزار غنڈوں کو لے کر آ گیا ہے ان کے ہاتھوں میں لاٹھیاں اور ڈنڈے ہیں، یہ ہمیں مارنا چاہتے ہیں، میں آتم ہتیا کر لوں گا مگر اس جگہ سے واپس نہیں جاؤں گا۔ یہ باتیں کہنے کا انداز کچھ اتنا مظلومانہ تھا کہ اس نے ملک بھر کے کسانوں کو بے چین کر دیا، جس نے سنا تڑپ اٹھا اور واپس آنا شروع کر دیا۔ ٹکیت کی آنکھوں میں چند آنسو آئے اور تمام کسانوں میں پھر جوش و خروش بھر گیا، مسئلہ صرف مردوں کا نہیں بلکہ عورتوں نے بھی اس آندولن میں اپنی عملی حصہ داری لینا شروع کر دی ہے۔ ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہی جب 80 سالہ خاتون قریب 30 کلو میٹر سے ٹریکٹر لے کر آئی، اس سے جب پریس کے نمائندے نے سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں تو آتی ہی رہتی ہوں ہمارے گھر کے مختلف لوگ یہاں موجود ہیں اور احتجاج کر رہے ہیں میں ان کے لیے کھانا لے کر آتی ہوں، ٹریکٹر میں رکھا ہوا ڈھیر سارا کھانا بھی اس نے دکھایا۔

ٹکیت نے بھی اپنے واضح بیان میں کہا کہ یہ دیکھو سردیوں کا سامان ہے، ہاتھ کے اشارے سے کثیر سامان کی جانب اشارہ کیا اور پھر اپنے قریب گرمیوں کے وسیع سامان کی جانب اشارہ کیا اور کسانوں کے احتجاج کی گفتگو کرتے ہوئے اپنے وسیع پنڈال کی جانب اشارہ کیا، کہ اس میں بستر لگیں گے پنکھے لگیں گے اور اے سی بھی لگیں گی۔ زور دے کر کہا کہ آپ لوگ کوٹھیوں میں بیٹھ کر اے سی لگاتے ہیں مگر ہم کسان ہیں ہم بھی روڈ پر اے سی لگائیں گے۔

اب سوال یہ ہے کہ حکومت کی مجبوری کیا ہے کہ جن کے لیے قوانین بنائے گئے ہیں وہ لینے کو تیار نہیں مگر مودی جی اینڈ کمپنی زبردستی ان قوانین کو ان پر تھوپ رہی ہے اور مسئلہ صرف اتنا ہی نہیں، 26 جنوری 2020 کو لال قلعہ میں جو سازش کی گئی اس کی حقیقت بھی سب پر ظاہر ہو گئی وہ کون تھے؟ کس نے انہیں بھیجا تھا؟ اور حکومت کے محافظ دستوں نے کیوں انہیں جانے دیا؟ آپ یہ خوب جانتے ہیں کہ مختلف ذرائع سے مشہور کیا گیا اور گودی میڈیا کو بھی استعمال کیا گیا کہ وزیر اعظم کے لہراتے ہوئے جھنڈے کو اتار کر اپنا جھنڈا لگایا گیا ہے۔ مگر جب اہلِ دانش نے توجہ کی تو اس کی پوری حقیقت کھل کر سامنے آ گئی کہ اس کے پیچھے سازش کس کی تھی۔

بیرونی دہلی سے آنے والی تین بڑی شاہراہوں پر سینٹرل گورنمنٹ نے پولیس اور فوجی دستے وغیرہ تعینات کیے ہیں، مسئلہ صرف ان احتجاجیوں کو روکنے تک محدود نہیں بلکہ بڑے بڑے گڈھے کھدوائے گئے، دیواریں بنا دی گئیں، خطرناک کیلیں نصب کر دی گئیں اور مضبوط قسم کے بیریر لگا دیے گئے، آنسو گیس کے گولے چھوڑے گئے، لاٹھیوں اور ڈنڈوں کا بھرپور استعمال کیا گیا، کسانوں کو لہولہان کیا گیا، اب تک متعدّد

mubarakmisbahi@gmail.com

کسانوں نے خودکشیاں کی ہیں اور احتجاج کے دوران ڈھائی سو سے زائد کسان موت کے گھاٹ اتر گئے، مگر افسوس ناک بات یہ ہے کہ موجودہ مرکزی حکومت کی جانب سے تسلی اور تعزیت کا ایک حرف بھی نہیں بولا گیا۔ خیر یہ سب سیاست ہے۔ گیارہ دور کی گفتگو بھی بے نتیجہ رہی ہے، کسانوں کی صرف دو مانگیں ہیں: کسان دشمن تینوں قوانین ختم کیے جائیں اور ایم ایس پی پر قانون بنایا جائے۔

اب دردناک سوال یہ ہے کہ حکومت اتنا زور کیوں دے رہی ہے، اڈانی یا امبانی یا دیگر بڑے ادیوگ پتیوں سے ایسے کیا فوائد ہیں جن کی وجہ سے 90 فیصد ہندوستانیوں کی بات ماننے سے مسلسل انکار کیا جا رہا ہے۔ یہ بھی ایک سچائی ہے کہ یہ صرف کسانوں کا نقصان نہیں ہے بلکہ ہر ہندوستانی کا نقصان ہے۔ ایک کسان اپنے ہاتھ میں ایک گوبھی لیے ہوئے تھا، اس نے باضابطہ میڈیا کے سامنے یہ بیان دیا کہ میں اس آدھا کلو گوبھی کو پانچ سو روپے میں خرید کر لایا ہوں، یہ گوبھی کتنے کی ہوگی؟ مگر کمپنی نے اس پر اپنا لیبل لگا دیا تو اس کی قیمت ایک ہزار روپے کلو کی ہوگئی کسان نے مزید کہا کہ۔ اسی طرح گیہوں اور چاول وغیرہ بھی آپ کو ملیں گے۔ **فتدبریا اولی الابصار**

اب باضابطہ اعلان کیا گیا ہے کہ خواتین بھی میدان میں آرہی ہیں، آپ کو معلوم ہے کہ شاہین باغ دہلی میں سی اے اے اور این آر سی وغیرہ کا محاذ خواتین نے سنبھالا تھا اور ملک بھر میں سیکڑوں شاہین باغ بن گئے تھے، جن میں خواتین ہی خواتین تھیں، ان شاہین باغوں میں بھی بڑی بڑی سازشیں رچی گئیں، کالجز اور یونیورسٹیز میں لڑکیوں اور لڑکوں پر زبردست ظلم و بربریت کا ننگا ناچ ناچا گیا اور مدارس کے طلبہ نے بھی اپنی بساط بھر احتجاجات کیے۔

اب ہم بتانا چاہیں گے کہ اسلام میں بھی زراعت کی بڑی اہمیت ہے قرآن عظیم میں اس کے تعلق سے کثیر آیات ہیں۔

اب ہم چند آیتیں پیش کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطٰمًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ۝﴾ (سورہ واقعہ، آیت 64 تا 67)

کیا تم اس کی کھیتی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں، ہم چاہیں تو اسے روندن کر دیں پھر تم باتیں بناتے رہ جاؤ کہ ہم پر چٹی پڑی بلکہ ہم بے نصیب رہے۔

بلا شبہ زمین میں دانوں کو پودا بنانا، انھیں پروان چڑھانا، ان میں بالیں پیدا کرنا یا پھل اتارنا یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت سے ہے۔ اگر وہ چاہے تو کھڑی فصلیں تباہ و برباد فرما دے، پیداوار کی حقیقی خالق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کریمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے "اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ" "یا ہم بنانے والے ہیں" فرما کر فصلیں اگانے کی اہمیت کو آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا ہے۔ اسی طرح مزید بہت سی آیات ہیں جن میں پروردگار عالم نے پودے لگانے، درخت کی نشو و نما کرنے، اناج پیدا کرنے، موسم بہار لانے، قحط سے محفوظ رکھنے وغیرہ کے تعلق سے اپنے فیوض و برکات کا اظہار فرمایا ہے۔ اب ذیل میں ہم ایک حدیث پیش کرتے ہیں، رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا اَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَاْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ اَوْ اِنْسَانٌ اَوْ بَهِيْمَةٌ اِلَّا كَانَ لَهٗ بِهٖ صَدَقَةٌ. وَقَالَ لَنَا مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا اَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حدثنا اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ. (بخاری شریف: 6012)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلمان بھی کوئی پودا لگاتا ہے یا کھیتی بوتا ہے اور پھر اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا چوپایہ کھاتا ہے تو یہ (کھیتی اور درخت) اس کے لیے ثواب کا موجب بن جائے گا اور مسلم (بن ابراہیم ازدی) نے ہم سے کہا: ابان (بن یزید عطار) نے ہمیں بتایا کہ قتادہ نے بیان کیا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا۔

ان آیات اور حدیثِ نبوی سے یہ واضح ہو گیا کہ کاشتکاری بلاشبہ بہت بڑا فضل الٰہی ہے اس کے تعلق سے آپ پاشی کے آسمانی نظام کا ذکر بھی متعدّد مقامات پر وارد ہوا ہے، کیونکہ زراعت اور آب پاشی لازم و ملزوم ہیں، انسان، جانور، پرند اور چرند کی حیات اور بقا کا نظام کھیتی اور درختوں سے ہی جاری رہتا ہے، کاشتکاری اور پودے لگانے کا عمل انتہائی سود مند اور کار ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے نزدیک یہ انتہائی پسندیدہ اور مقبول ترین عمل ہے۔

اس لیے ہم کہنا چاہتے ہیں کہ کسان کسی بھی ملک اور مقام پر بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے کسان بڑی محنت کر کے گیہوں، دھان، گنا، سبزیاں، دالیں، مختلف اناج اور تمام طرح کے پھل اگاتا ہے، اس سے صرف کسان اور باغ کے مالک ہی نہیں کھاتے بلکہ ارباب سیاست بھی بھرپور کھاتے اور پیتے ہیں۔ عام طور پر کاشت کار اور پھل لگانے والے غریب اور پریشان حال ہوتے ہیں، بہت سے کسان اپنی غربت اور افلاس کی وجہ سے خودکشی کر لیتے ہیں، موجودہ حالات میں ڈھائی سو سے زیادہ افراد جاں بحق ہو چکے ہیں۔ آپ ذرا سنجیدگی سے غور کریں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ پولیس، فوجی، سی آر پی ایف وغیرہ بھی کسانوں ہی کے بیٹے ہیں، سیاست کے ایوانوں میں حکومت کرنے والے بھی اکثر کسان ہیں، ملک اور بیرون ملک بڑے بڑے عہدوں پر یہی کسانوں کی اولاد ہیں بڑی کمپنیوں کے مالک بھی کسانوں کے فرزند ہیں۔

وزیراعظم، وزیر زراعت وغیرہ سیاسی لیڈران سے ہم گزارش کرتے ہیں کہ ہٹ دھرمی ختم کریں اور کسانوں کی مخالفت کر کے ان کی بددعائیں نہ لیں ۔ اس وقت پٹرول ڈیزل اور گیس کی قیمتیں آسمان چھو رہی ہیں، رام مندر کے نام پر گاؤں گاؤں چندہ کیا جارہا ہے، شہروں، شاہراہوں ، اسٹیڈیمز اور اسٹیشنوں کے نام بدلے جارہے ہیں، تاریخ خون دینے سے تیار ہوتی ہے اقتدار میں بیٹھ کر قلم چلانے سے نہیں۔

گذشتہ دنوں بجٹ اجلاس میں وزیراعظم نریندر مودی نے بھی کہا کہ تھا کہ ہمارے وزیر زراعت احتجاج کرنے والے کسانوں سے صرف ایک فون کال کی دوری پر ہیں۔ حالانکہ اس کے بعد سے کوئی بات نہیں ہوئی اور نہ ہی کسانوں کی طرف سے کوئی تجویز دی گئی البتہ کسانوں کی جانب سے مہاپنچایتوں میں ضرور کہا گیا کہ ہم بات کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن حکومت بات نہیں کر رہی ہے۔ یہ بھی کہا کہ ہمارا مطالبہ ہے کہ تینوں قانون واپس لیے جائیں اور ایم ایس پی کو قانونی شکل دی جائے تو اس میں بات کرنے کے لیے ہے کیا؟ پردھان منتری کسان سمان ندھی یوجنا کی دوسری سالگرہ پر منعقدہ تقریب میں شرکت کرتے ہوئے وزیر زراعت مسٹر تومر نے کسانوں کو مبارکباد پیش کی اور کہا کہ آج کے دن کو میل کے پتھر کے طور پر یاد کیا جائے گا۔ انھوں نے کہا کہ 10 کروڑ 75 لاکھ کسانوں کو مبارکباد۔ جمہوریت میں اچھی حکومت اسی کو کہتے ہیں جو ٹیکس کو جمع کرے اور اس کو پھر برابر تقسیم کرے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ آدھی آبادی زراعت پر منحصر ہے۔ روزگار کا موقع بھی اسی حلقہ میں سب سے زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ زراعت کا شعبہ بہت منافع کا کام نہیں ہے۔ کسانی کا کام حکومت کی مدد سے چلتا ہے۔ ملک کی معیشت کتنی ہی منفی ہو لیکن کسان ٹھان لے تو کسان کی جدوجہد ایسی ہے کہ اس منفی دور سے بھی نکالا جاسکتا ہے۔

خیر کوئی بات نہیں اس قسم کے بیانات تو اہلِ سیاست دیتے ہی رہتے ہیں: ”دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے“۔

دوسری جانب بھارتی کسان یونین کے لیڈر راکیش ٹکیت نے ایک مہاپنچایت میں اعلان کیا ہے کہ اب وہ جلد ہی پارلیمنٹ کے لیے مارچ کریں گے۔ میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ اس مرتبہ چار لاکھ نہیں چالیس لاکھ ٹریکٹر پارلیمنٹ جائیں گے، ہم وہاں ترنگا بھی لہرائیں گے اور ٹریکٹر جوجا ئیں گے وہ ہل کے ساتھ جائیں گے۔ انھوں نے کہا کہ پارلیمنٹ کے پاس جو پارک ہیں وہاں پر اب ٹریکٹر چلیں گے اور وہاں پر اب کھیتی ہوگی۔ مزید وضاحت کی کہ جو انڈیا گیٹ پر پارک ہے اس میں ٹریکٹر چلایا جائے گا، وہاں کھیتی ہوگی۔ انھوں نے کہا کہ حکومت یا تو جلد قانون واپس لے اور ایم ایس پی پر قانون بنا دے ورنہ دہلی گھیری جائے گی۔ انھوں نے کہا کہ اس کی تاریخ کا اعلان کسان متحدہ محاذ کرے گا۔ انھوں نے کہا کہ اس مرتبہ ہم کہہ کر جائیں گے کہ پارلیمنٹ جارہے ہیں، اس مرتبہ ہل کرانتی ہوگی اور جو کھیتی میں چیزیں استعمال ہوتی ہیں ان ساری چیزوں کا استعال کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ تین ماہ سے زائد عرصے سے زرعی قوانین کے خلاف کسان تحریک چلا رہے ہیں۔ ٹکری بارڈر، سنگھو بارڈر اور غازی پور بارڈر پر آج بھی ہزاروں کسان دھرنا دے کر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کا اعلان ہے کہ جب تک تینوں قانون واپس نہیں ہوتے ہم واپس ہونے والے نہیں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی خود ٹکیت نے کہا کہ تحریک 2 اکتوبر تک جاری رہے گی۔

حکومت اپنے سیاسی مخالفین ہی سے نہیں، اپنی ہاں میں ہاں نہ ملانے والے سبھی لوگوں کو چاہے وہ سیاسی اور سماجی کارکن ہوں، صحافی ہوں، وکیل ہوں یا عام آدمی، اس کے خلاف نہ صرف پولیس بلکہ سی بی آئی اور انفورسمنٹ ڈائریکٹریٹ وغیرہ کو بھی لگا دیتی ہے۔ اور عدالتیں بھی زیادہ تر معاملات میں حکومت کو رسی ڈھیلی کرنے کا فائدہ دے دیتی ہیں اور ضمانت ملنے میں ہی اتنا وقت لگ جاتا ہے کہ عام شخص ٹوٹ جاتا ہے۔

تازہ ترین مثال ٹول کٹ میں سماجی کارکن بائیس سالہ دشاروی کی گرفتاری اور دہلی کی ایک سیشن عدالت سے چہار شنبہ کو صادر فیصلہ ہے جس میں موصوف ایڈیشنل سیشن جج نے صاف کہا کہ محض اس سبب شہریوں کو زیر زنداں نہیں رکھا جاسکتا کہ انہوں نے حکومت کی پالیسیوں سے اختلاف رائے کیا ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارے بیشتر سیاسی رہنما وعدوں کے سبز باغ کی سیر کرا کر سادہ لوح عوام سے ووٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اقتدار میں گدی نشین ہوتے ہی تمام انتخابی وعدوں اور خدمت خلق کے عزم پر مبنی ان کے پل ان کے زعمِ اقتدار کی تپش سے پگھل کر رقیق ہو جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ دولت واقتدار کے تکبر میں اپنے محسنوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں جن کی بدولت وہ برسر اقتدار آتے ہیں۔

کسان تنظیموں کا حیرت انگیز اتحاد ہے، کسی ایک تنظیم نے بھی اب تک ایسی کوئی بات نہیں کہی جو دوسری تنظیموں کے لیے ناقابل قبول ہو۔ اتحاد کی طاقت نے انہیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا ہے اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ انھیں توڑنے کی کوشش نہیں ہو رہی ہوگی تو وہ انتہائی سادہ لوح ہے۔ یہ اتحاد اتنی ٹھوس بنیادوں پر قائم ہے کہ بدگمانی پیدا کرنے کی کوشش سے متزلزل نہیں ہو سکتا۔ سنگین الزامات کے علاوہ بھی انھیں الگ الگ طریقوں سے آزمایا گیا، مظاہرین پزا کھاتے ہوئے دکھائی دیتے تو کہا گیا کہ پزا کہاں سے آیا، جن خیموں میں شب بسری کی ان کے بارے میں پوچھا گیا وہ کس نے فراہم کیے، کبھی کہا گیا یہ صرف پنجاب اور ہریانہ کے کسانوں کا احتجاج ہے تو کبھی آواز لگائی گئی کہ احتجاج صرف امیر کسان کر رہے ہیں، گویا ہر نئے دن کے ساتھ نیا شوشہ۔ مگر ثابت قدمی ہے کہ جس نے کسانوں کے مجمع کو ہزار قالب مگر ایک جان بنا رکھا ہے۔ جس دن سے مظاہرہ شروع ہوا ہے تب سے لے کر اب تک ہر مظاہرہ گاہ پر ڈسپلن ایسا ہے کہ جس میں کوئی کمی یا داغ دکھائی نہیں دیتا، بڑی مقدار میں جگہ جگہ کھانا پک رہا ہے اور تقسیم ہو رہا ہے مگر کسی بد نظمی کی کوئی چھوٹی سی بھی خبر نہیں ملی بد نظمی تو کیا بحث و تکرار بھی نہیں ہوئی ورنہ وہ میڈیا جو بہتان طرازی میں یدِ طولیٰ رکھتا ہے رائی کا پربت بنانے میں دیر نہیں کرتا۔

مظاہرین میں پڑھے لکھے بلکہ تعلیم یافتہ لوگوں کی کمی نہیں ہے اس کا نتیجہ ہے کہ یہاں ہونے والی بات چیت یا سوشل میڈیا کو دی جانے والی بائٹس کو سنیے تو معلوم ہوگا کہ کوئی امبانی کی فی گھنٹہ آمدنی کی بات کر رہا ہے تو کوئی یہ بتا رہا ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کب اور کس طرح ہندوستان آئی اور اپنے پر پرزے پھیلائے تھے، کوئی ڈبلیو ٹی او کی شرائط پر روشنی ڈال رہا ہے تو کوئی یہ سوال پوچھ رہا ہے کہ ہنگر انڈیکس میں وطن عزیز اتنا پیچھے کیوں ہے، تعلیم یافتہ لوگوں کی شمولیت نے اس احتجاج کو جو طاقت بخشی ہے وہ اپنے آپ میں اتنی ہی اہم ہے جتنا ہر طبقے اور ہر فرقے کی جانب سے ملنے والی سپورٹ، اس کی وجہ سے مظاہرین کا حوصلہ دن بدن بڑھ رہا ہے۔

اتر پردیش کی کسان پنچایتوں میں جاٹوں اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد، کیا کسی نئے سیاسی مساوات کا اشارہ ہے؟ بہت ساری پنچایتوں میں ”ہر ہر مہادیو“ اور ”اللہ اکبر“ کے نعرے بھی لگ رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے فسادات کے دوران پیدا ہو جانے والی دوریاں بھی کم ہو رہی ہیں۔ 2013 میں مظفر نگر فسادات نے جاٹوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک بڑی فرقہ وارانہ خلیج پیدا کر دی تھی۔ ایسے میں عام ذہنوں میں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا سات سال بعد ایک بار پھر مغربی یوپی میں جاٹوں اور مسلمانوں کا اس طرح اکٹھا ہونا کسی نئے سیاسی مساوات کا اشارہ ہے؟

آپ ذرا غور کریں موجودہ بی جے پی حکومت نے اپنے دور اقتدار میں کیا کیا گل کھلائے ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ وزیر اعظم کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ علمی معاملہ ہو یا اقتصادی صورت حال، کردار و عمل ہو یا زبان و قلم، غیر ملکی اسفار ہوں یا من کی باتیں، ہم آپ کے اعمال نامے پر خامہ فرسائی کر کے دنیا بھر میں اپنے محبوب وطن ہندوستان کی جگ ہنسائی نہیں کرانا چاہتے۔ اگرچہ یہ سب کچھ ہو رہا ہے، ہمیں اندازہ ہے کہ ایک تو اردو زبان میں ماہنامہ اشرفیہ اور میرے جیسا معمولی انسان عہدِ حاضر میں ان سب کی حیثیت کیا ہے؟ ان چیزوں کو ہم سے زیادہ قارئین ہی جانتے ہیں۔

راکیش ٹکیت ہندوستان کے کروڑوں کسانوں کی قیادت کر رہے ہیں، کسی حد تک اس پر ہم نے لکھا ہے، رات 12 بجے نوٹ بندی کا اعلان یہ بھی ایک معمہ تھا نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔ جی ایس ٹی نے بھی اپنا رنگ خوب دکھایا، جی ایس ٹی کے قوانین میں کم و بیش 950 ترمیمات کی گئیں یہ خود اپنے آپ میں مضحکہ خیز ہے۔ ہے 27 فروری میں بیوپاری پورے ملک میں کاروبار بند رکھیں گے۔ یہ کاروباریوں کا بند اور احتجاج کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

ان نجکاری کے خلاف بھی تحریک چلے گی۔ اپوزیشن پارٹیوں کے ساتھ این ڈی اے میں شامل پارٹیوں اور خود بی جے پی کی تنظیم بھارتیہ مزدور سنگھ کی جانب سے آواز بلند ہونے لگی ہے۔ فصلوں کو اپنے ہاتھوں سے تباہ کر رہے ہیں، ناراض کسانوں سے ایسا نہ کرنے کی اپیل کی جا رہی ہے۔ یکم مارچ سے، دودھ کی قیمت 100 روپے ہوئی تو کس کا ہوگا نقصان، ہر کوئی فکر مند۔ کہنے کے لیے بہت سی باتیں ہیں مگر سر دست اتنا ہی بس ہے۔ ☆☆☆

المستدرک للحاکم

ناقدین حدیث کی نظر میں

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

شریعت اسلامیہ کا دوسرا عظیم ماخذ حدیث پاک ہے، اسی لیے ہمارے اسلاف کرام نے حدیث رسول کی بھر پور خدمت کی، اور اپنی پوری زندگی احادیث مبارکہ کی جمع و تدوین، توضیح و تنقیح اور تعلیم و تعلم میں گزار دی، انھیں بندگان حدیث میں ایک اہم اور قد آور شخصیت امام حاکم کی بھی ہے۔

آپ کا نام محمد بن عبد اللہ بن حمدویہ بن نعیم ہے، آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، اہل علم میں ابو عبد اللہ الحاکم اور ابن البیع کے نام سے معروف ہیں، آپ فارس کے مشہور علمی شہر نیشا پور میں پیدا ہوئے، آپ کی تاریخ پیدائش 3/ ربیع الاول 321ھ ہے، آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد اور ماموں سے حاصل کی، نو سال کی عمر میں پہلی بار حدیث رسول کی سماعت کی، 334ھ میں امام ابن حبان کے پاس حدیث رسول کا املا کیا، بیس سال کی عمر میں تحصیل علم کے لیے عراق کا رخ کیا، پھر وہاں سے حج کے لیے تشریف لے گئے، اسی دوران عالی سند حاصل کرنے کے لیے خراسان اور ماوراء النہر کے مختلف شہروں کا دورہ کیا، اور کم و بیش دو ہزار شیوخ سے سماع حدیث کیا، آپ نے دو دفعہ عراق کا سفر کیا، پہلی دفعہ بیس سال کی عمر میں، اور دوسری دفعہ سن 386ھ میں، دوسرے سفر میں امام دار قطنی سے خوب استفادہ کیا، 403ھ میں وفات پائی، قاضی ابو بکر حیری نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی[1]۔

آپ کے شیوخ بے شمار ہیں، آپ کے شیوخ میں امام ابن خزیمہ، ابن حبان اور دار قطنی ہیں، اور آپ کے تلامذہ میں ابو العلاء واسطی، ابو القاسم قشیری اور ابو بکر بیہقی ہیں، ان شیوخ اور تلامذہ کو دیکھ کر امام حاکم کی علمی شخصیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، امام ذہبی نے فرمایا:

الإمامُ الحَافِظُ النَاقِدُ العَلَّامةُ شيخُ المحدثينَ۔

یعنی آپ امام، حافظ، ناقد، علامہ اور شیخ المحدثین ہیں۔

آگے فرمایا: صَنَّفَ وَخَرَّجَ، وَجَرَحَ وَعَدَّلَ، وَصَحَّحَ وَعَلَّلَ، وَكَانَ مِن بُحُورِ العِلمِ[2]۔

آپ نے تصنیف و تخریج، جرح و تعدیل، تصحیح و تعلیل کا کام کیا، اور علم کے سمندر تھے۔

ابن خلکان نے کہا: إمامُ أهلِ الحديثِ في عَصرِه[3]۔

یعنی آپ اپنے دور کے علمائے حدیث کے امام تھے۔

امام سخاوی نے فرمایا: الحَافِظُ الثِّقَةُ[4]۔

یعنی آپ حافظ اور ثقہ تھے۔

امام ابن کثیر نے فرمایا: كانَ من أهلِ العِلمِ والحِفظِ والحديثِ۔

آپ اہل علم، حفاظ اور ارباب حدیث سے تھے۔

مزید فرمایا:

وكانَ مِن أهلِ الدِّينِ والأَمانةِ والصِّيانةِ والضَّبطِ والتَّجرُّدِ والوَرعِ[5]۔

آپ متدین، امین، صاحب زہد و ورع، اور اہل ضبط سے تھے۔

المستدرک علی الصحیحین:

امام حاکم کی زندگی کا بیش تر حصہ خدمت دین اور اشاعت حدیث میں گزرا، آپ نے حدیث، علوم حدیث اور رجال حدیث میں متعدّد کتابیں تصنیف فرمائیں، آپ کی سب سے مشہور ترین تصنیف المستدرک علی الصحیحین ہے۔ اس کتاب میں آپ نے ایسی احادیث جمع فرمائیں جو حضرات شیخین یا ان میں کسی ایک کی شرط پر صحیح قرار پاتی

1 - شمس الدین ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج:13، ص:97-104 ملخصًا۔

2 - شمس الدین ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج:13، ص:97-104 ملخصًا۔

3 - ابن خلکان، وفیات الاعیان، ج:4، ص:615۔

4 - امام شمس الدین سخاوی، فتح المغیث، ص:49۔

5 - ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج:8، ص:117۔

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

ہیں، امام حاکم اسی کتاب کے مقدمے میں مستدرک کی تالیف کا پس منظر کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

وقَد نَبَغَ في عَصرِنا هذا جَماعةٌ مِن المُبتَدِعَةِ يَشمَتُونَ بِرُواةِ الآثارِ بأنّ جميعَ ما يَصِحُّ عِندَكُم مِن الحَديثِ لا يَبلُغُ عَشرةَ آلافِ حديثٍ، وهذِهِ الأسانيدُ المَجمُوعةُ المُشتمِلةُ على ألفِ جُزءٍ أو أقلّ أو أكثرَ منه كُلُّها سَقِيمَةٌ غيرُ صحيحةٍ. وقد سَألَنِي جماعةٌ مِن أعيانِ أهلِ العِلمِ بهذه المدينةِ وغيرِها أن أجمعَ كتاباً يَشتَمِلُ على الأحاديثِ المرويةِ بأسانيدَ يَحتَجُّ محمدُ بنُ إسماعيلَ ومسلمُ بنُ الحجاجِ بمِثلِها، إذ لا سَبيلَ إلى إخراجِ ما لا عِلةَ لَه، فإنّهُما رَحِمهما اللهُ لم يدّعِيا ذلك لأنفُسِهِما.

مزید فرمایا:

وَأنا أستعِينُ اللهَ على إخراجِ أحاديثَ رُواتُها ثِقاتٌ، قَد احتَجَّ بمِثلِها الشيخانِ رضي الله عنهما أو أحدُهُما، وهذا شَرطُ الصحيحِ عندَ كافةِ فُقهاءِ أهلِ الإسلامِ أنّ الزيادةَ في الأسانيدِ والمتونِ من الثقاتِ مَقبولةٌ، واللهُ المعينُ على ما قَصَدتُه، وهُوَ حَسبِي وَنِعمَ الوَكِيلُ[6].

یعنی ہمارے زمانے میں کچھ ایسے بدعتی پیدا ہوگئے جو آثار کے رواۃ کو برا بھلا کہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہماری صحیح احادیث کی تعداد دس ہزار کو بھی نہیں پہنچتی، اور کم وبیش ہزار اجزا کو محیط اسانید کا پورا مجموعہ کمزور ہے، صحیح نہیں ہے۔ مزید یہ کہ نیشاپور اور دیگر علاقوں کے اکابر اہل علم نے مجھ سے ایک ایسی کتاب لکھنے کی فرمائش کی جس میں روایت کی گئی احادیث کے اسناد امام بخاری اور امام مسلم کے اسانید جیسے ہوں، کیوں کہ کسی ایسی حدیث کی تخریج ممکن نہیں جس میں کسی بھی قسم کی علت نہ ہو، اور اس کا دعوی توشیخین نے اپنے لیے بھی نہیں کیا ہے۔ آگے فرمایا: میں اللہ سے مدد مانگتا ہوں کہ وہ مجھے ایسی احادیث جمع کرنے کی توفیق عطا فرمائے جن کے رواۃ ثقہ ہوں، اور جنھیں شیخین یا دونوں میں سے کسی ایک نے حجت مانا ہو، تمام فقہاے اسلام کے نزدیک متن حدیث اور سند حدیث میں ثقات کا اضافہ مقبول ہے، اور میرے مقصد کی تکمیل کے لیے اللہ ہی معین ومددگار ہے، اور وہی میرے لیے کافی ہے۔

اس عبارت میں امام حاکم نے واضح طور پر بیان فرمادیا کہ انھوں نے المستدرک کیوں لکھی، اور کیسے لکھی؟ المستدرک کی تالیف کا باعث یہ بنا کہ امام حاکم کے زمانے میں کچھ ایسے کج فہم افراد پیدا ہوگئے جن کی نظر میں آثار کے رواۃ کی کوئی اہمیت نہیں تھی، وہ صحیحین کی احادیث کے علاوہ کسی بھی حدیث کو صحیح نہیں مانتے تھے، اور تمام اسانید کو ضعیف اور ناقابل حجت گردانتے تھے، منکرین کی غلط فہمی دور کرنے اور حدیث صحیح کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کو روکنے کے لیے صحیح احادیث کا ایک ایسا مجموعہ تیار کرنا ضروری تھا جن کے رواۃ ثقہ ہوں، اور شیخین کی شرط پر حجت ہوں؛ تاکہ صحیح احادیث کی تعداد کے حوالے سے پیدا کی گئی غلط فہمی دور ہوسکے، اور لوگوں کو بجا طور پر معلوم ہوسکے کہ صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی صحیح احادیث کا بیش قیمت ذخیرہ موجود ہے۔

امام حاکم کے ساتھ ساتھ ان کے دور کے علماے حدیث نے بھی اس فتنے کو بھانپ لیا تھا، اور انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ احادیث صحیحہ کی جمع وترتیب کے لیے ابو عبد اللہ الحاکم سے زیادہ موزوں کوئی نہیں ہوسکتا، اسی لیے انھوں نے آپ سے ایک ایسی کتاب لکھنے کی فرمائش کی جن کے اسناد شیخین کے اسناد مطابق ہوں۔

آپ نے اپنے معاصر علماے حدیث کی درخواست پر المستدرک لکھی، اور اس میں ایسی احادیث جمع کرنے کی سعی فرمائی جن کے رواۃ ثقہ ہوں، اور ثقاہت میں ان کا درجہ بخاری ومسلم کے رجال کے برابر ہو۔ آپ نے اپنی کتاب میں اس بات کا بھی التزام کیا کہ اگر کوئی حدیث شیخین یا ان میں کسی ایک کی شرط پر صحیح ہوتی ہے تو اس حدیث کی تخریج کے بعد لکھتے ہیں:

هذا حديثٌ صحيحٌ على شَرطِ الشَّيخَينِ، أو على شَرطِ البُخاري أو على شَرطِ مُسلِم۔

یعنی یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے، امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے، یا امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

اور اگر حدیث صحیح ہو لیکن کسی کی شرط پر نہ ہو تو ایسی حدیث کی تخریج کے بعد لکھتے ہیں:

هذا حديثٌ صحيحُ الإسنادِ۔

یعنی اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

امام ذہبی نے اپنی تلخیص میں مزید آسانی پیدا فرمادی، اور وہ اس طور پر کہ جو حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہوتی ہے اس کی تخریج میں خ م

6- ابو عبد اللہ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، مقدمۃ المولف، ج:1، ص:146۔

لکھتے ہیں، اور جو کسی ایک کی شرط پر صحیح ہوتی ہے اس کے لیے حسب ضرورت خ یا م لکھتے ہیں، جو مطلقاً صحیح ہوتی ہے اس کے لیے کوئی علامت نہیں لگاتے۔

ساتھ ہی احادیث کی فنی حیثیت پر بھی کلام فرماتے ہیں اور یہ واضح کرتے ہیں کہ یہ حدیث کس پایے کی ہے، لیکن واضح رہے کہ امام ذہبی کا سکوت یا تعلیق حرف اخیر نہیں ہے، کیوں کہ آپ الزام تساہل میں متساہل واقع ہوئے ہیں، اس لیے آپ کی مختصر پر بھی کئی حضرات نے استدراک کیا ہے۔

شیخین کی شرط پر صحت کا واضح مفہوم:

امام حاکم نے مستدرک کے مقدمے میں فرمایا کہ میں اپنی کتاب میں ایسے اسناد پر مشتمل صحیح احادیث جمع کروں گا جن کے مثل سے شیخین نے روایت کی ہے، امام حاکم کے اس جملے کو سمجھنے کے لیے حدیث صحیح، شیخین کے شرائط، اور صحیحین کے اسناد کے مشابہ اسانید کی حقیقت جاننا از حد ضروری ہے، اسی لیے ہم یہاں ہر ایک کی قدرے تفصیلی وضاحت کریں گے۔

حدیث صحیح:۔

امام ابن الصلاح نے حدیث صحیح کی تعریف اس طرح کی ہے:

هُوَ الحديثُ المسنَدُ الذي يَتّصِلُ إسنادُه بِنَقلِ العَدلِ الضابطِ عنِ العَدلِ الضابطِ إلى مُنتهاه, وَلا يَكونُ شاذًا ولا مُعلّلًا[7].

یعنی حدیث صحیح وہ ہے جس کی سند متصل ہو، جس کے راوی شروع سے اخیر تک عادل، ضابط اور ثقہ ہوں، اور وہ حدیث شاذ یا معلل نہ ہو۔

یعنی حدیث صحیح وہ حدیث ہے جس کو مسلمان، عاقل، عادل، صادق اور صحیح یاداشت والا راوی سند متصل کے ساتھ روایت کرے، ایسی حدیث مطلقاً قابل احتجاج اور واجب العمل ہوتی ہے، جمہور علماے حدیث کے نزدیک حدیث صحیح کی یہی تعریف ہے، اور یہی حضرات شیخین کا بھی موقف ہے، کیوں کہ انھوں نے حدیث صحیح کی تعریف میں اپنے اور دوسروں کے لیے کوئی امتیاز نہیں کیا، البتہ اتنا ضرور ہے کہ قبول حدیث کے لیے جو احتیاط انھوں نے برتی وہ کسی اور نے نہیں برتی، اسی لیے ان حضرات کی صحاح کو دوسری کتابوں پر تفوق اور برتری حاصل ہے، امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

فالصِفاتُ التي تَدورُ عَليهَا الصِحّةُ في كِتابِ البُخارِيّ أتمُ مِنها في كِتابِ مُسلِمٍ وَأشدُّ، وشَرْطُهُ فيها أقوَى وأسدُّ, أمّا رُجحانُه مِن حيثُ الاتّصالِ فِلاشتِراطِه أن يَكُونَ الرّاوِيُ قد ثَبتَ له لِقَاءُ مَنْ رَوَى عنه، وَلو مَرّةً، واكتفى مُسلمٌ بمُطْلَقِ المُعاصَرةِ.

مزید فرماتے ہیں:

وأمّا رُجحانُه مِنْ حيثُ العدالةُ والضبطُ فَلأنّ الرِّجالَ الذين تُكُلِّمَ فِيهِم مِن رجالِ مُسلِمٍ أكثرُ عدداً مِن الرِّجالِ الذِين تُكُلِّمَ فيهم مِنْ رجالِ البُخارِيّ.

دو سطر بعد مزید فرماتے ہیں:

وأمّا رُجحانُه مِن حيثُ عَدمُ الشُّذُوذِ والإعلالِ: فَلِأنَّ ما انْتُقِدَ على البُخارِيّ مِن الأحاديثِ أقلُّ عَدداً مِمّا انْتُقِدَ على مُسلِم.[8]۔

یعنی بخاری شریف کی شرائط صحت مسلم کی شرائط صحت سے زیادہ قوی اور سخت ہیں، اتصال سند میں صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر فوقیت حاصل ہے، کیوں کہ امام بخاری کے نزدیک راوی کی مروی عنہ سے ایک بار ہی سہی ملاقات ضروری ہے، جب کہ امام مسلم کے نزدیک مطلقاً معاصرت ہی کافی ہے۔ عدالت وضبط میں بھی صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح حاصل ہے، کیوں کہ بخاری کے متکلّم فیہ افراد مسلم کے متکلّم فیہ افراد سے کم ہیں، شذوذ وعلت کے فقدان میں بھی صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر تقدم حاصل ہے، کیوں کہ بخاری میں نقد وجرح کی گئی احادیث کی تعداد مسلم کی احادیث کے بالمقابل کم ہے۔

مختصر یہ کہ صحیحین کو دوسری کتب احادیث پر اس لیے فضیلت حاصل ہے کہ ان کتابوں میں کمال احتیاط کے ساتھ صحیح احادیث جمع کی گئی ہیں، ورنہ حدیث صحیح سب کے نزدیک ایک ہی ہے، جس کی تعریف ابھی ماسبق میں گزر چکی ہے۔

شیخین کے اسانید کے مثل اسانید پر مشتمل احادیث :

اس وضاحت کے بعد اب اگر کوئی یہ کہے کہ میں اپنی کتاب میں صحیحین کی شرط پر صحیح احادیث جمع کروں گا تو اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں،

7 - ابن الصلاح، مقدمہ ابن الصلاح، ص:42۔

8-امام ابن حجر عسقلانی، نزہۃ النظر، ص:92-93۔

ایک یہ کہ میں اپنی کتاب میں رجال بخاری ومسلم کی احادیث جمع کروں گا، کیوں کہ ان کتابوں کی صحت بلکہ اصحیت انھیں روات پر موقوف ہے، ان کے رجال کی احادیث کا انتخاب دراصل ان ہی کی شرائط کا التزام ہے۔

شرائط شیخین پر جمع احادیث کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں اپنی کتاب میں ایسی صحیح احادیث جمع کروں گا، جن کے روات رجال بخاری ومسلم کی طرح ثقہ، عادل اور تام الضبط ہوں۔

استدراک:-

استدراک کا لغوی معنی تلافی مافات ہے، بلفظ دیگر جو بات دوسرے سے بیان کرنے میں رہ گئی اسی کو بیان کرنا، اسی طرح جو بات پہلی دفعہ ذکر کرنے سے رہ گئی اسی کو دوسری دفعہ میں بیان کر دینا استدراک ہے، امام حاکم کی المستدرک سے یہی مفہوم متبادر ہوتا ہے کہ جو احادیث شرائط شیخین کے مطابق ہیں، اور صحیحین میں شامل نہیں ہیں انھی کو آپ نے اپنی مستدرک میں جمع فرمایا ہے، اور واقعۃً آپ نے یہ کام بھی کیا ہے، لیکن مقدمہ کتاب سے جو بات واضح ہے وہ اس سے کسی قدر مختلف ہے، آپ نے یہ کتاب اس لیے لکھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ صحیح احادیث صرف وہی نہیں جو صحیحین میں ہیں، بلکہ صحیح احادیث ان کے علاوہ بھی ہیں، اسی طرح مستند روات صرف وہی نہیں جو بخاری ومسلم کے رجال ہیں، بلکہ اور بھی ہیں، جب وجہ تالیف میں صحیحین پر استدراک کے ساتھ ساتھ مذکورہ دونوں مقاصد بھی شامل ہیں تو ظاہر سی بات ہے کہ کتاب کی نوعیت بھی بدل جائے گی، اس صورت میں مستدرک کا مفہوم یہی ہوگا کہ یہ ایسی صحیح احادیث کا مجموعہ ہے جس کے روات کہیں شیخین کے رجال کے مطابق ہیں، اور کہیں ان دونوں میں سے کسی ایک کے مطابق ہیں۔

مستدرک للحاکم ناقدین حدیث کی نظر میں:

امام حاکم کو ناقدین حدیث نے متساہل مانا ہے، اسی لیے ان کی مستدرک پر مختلف جہتوں سے تنقید کی ہے، ہم یہاں امام حاکم اور ان کی مستدرک کے حوالے سے علمائے حدیث کی تنقیدات اور ان پر دیگر ائمہ حدیث کی جانب سے دیے گئے جوابات رقم کریں گے، اور اخیر میں مستدرک میں مندرج احادیث کی استنادی حیثیت بھی واضح کریں گے۔

روات مستدرک پر ابن دقیق العید کا کلام:

تقی الدین ابن دقیق العید سمیت کئی ائمہ حدیث نے مستدرک کے مقدمے کی عبارت کا مطلب یہی سمجھا کہ امام حاکم نے بخاری ومسلم کے رجال کا اعتبار کیا ہے، اور اپنے مستدرک میں انھی افراد کی احادیث درج کی ہے جن سے حضرات شیخین نے استناد کیا ہے، اسی لیے جب امام حاکم، شیخین یا ان میں کسی ایک کی شرط پر کسی حدیث کی تصحیح کرتے ہیں تو ابن دقیق العید امام حاکم کی تصحیح نقل کر کے یہ ایراد پیش کرتے ہیں کہ اس حدیث میں فلاں راوی ہے، حالانکہ اس راوی کی کوئی بھی حدیث بخاری میں نہیں ہے، تو بخاری کی شرط پر اس حدیث کی تصحیح کیوں کر درست ہو سکتی ہے؟ کچھ یہی حال مختصر مستدرک میں امام ذہبی کے یہاں نظر آتا ہے[9]۔

ابن دقیق العید وغیرہ کا یہ اعتراض اس وقت اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے جب کہ امام حاکم نے صحیحین کے رجال کے التزام کا وعدہ کیا ہو، لیکن امام حاکم نے اس کا وعدہ نہیں کیا، بلکہ آپ نے تو یہ فرمایا کہ میں ایسی صحیح احادیث جمع کروں گا جن کے روات کے مثل سے شیخین نے استناد کیا ہے۔ لہٰذا ابن دقیق العید کا اعتراض قابل التفات نہیں ہوگا۔

مستدرک پر ابو سعید مالینی کا الزام:

ابو سعید مالینی متوفی 412ھ نے مستدرک کے حوالے سے فرمایا:

طالَعتُ المستدرَكَ الذي صَنَّفَه الحاكمُ مِن أوَّلِه إلى آخِرِه، فلَم أرَ فيه حديثاً على شَرطِهما[10]۔

یعنی میں نے اول تا آخر پوری مستدرک کا مطالعہ کیا، کوئی بھی حدیث شیخین کی شرط پر نہیں پائی۔

امام ذہبی نے فرمایا: یہ مالینی کا غلو ہے، ورنہ مستدرک میں شیخین یا ان میں کسی ایک کی شرط پر وافر مقدار میں احادیث موجود ہیں، جن کی تعداد نصف کتاب کو پہنچتی ہے، اور ایک ربع میں ایسی صحیح احادیث ہیں جن میں کہیں کلام ہے یا کوئی علت ہے، باقی ربع کتاب میں منکر اور غیر صحیح احادیث ہیں، اور کچھ موضوع بھی ہیں[11]۔

علاوہ ازیں مالینی امام حاکم کے معاصر ہیں، اسی لیے امام حاکم کے حق میں آپ کی رائے معاصرانہ چشمک پر محمول کی جائے گی۔

---

9 - امام بدر الدین زرکشی، النکت علی مقدمہ ابن الصلاح، ص:68۔

10 - شمس الدین ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج:13، ص:105۔

11 - شمس الدین ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج:13، ص:105۔

امام حاکم پر امام زیلعی کی تنقید:

امام زیلعی متوفی 762ھ فرماتے ہیں:

صحیحین پر استدراک کرنے والوں میں سب سے زیادہ امام حاکم نے اپنے متدرک میں تساہل سے کام لیا ہے، کیوں کہ وہ کہتے ہیں: یہ حدیث شیخین یا ان میں کسی ایک کی شرط پر صحیح ہے، اور اس میں یہ علت ہے۔(اس میں کئی جہتوں سے تساہل ہوتا ہے، کیوں کہ) کسی حدیث صحیح میں کسی ایک راوی کے قابل احتجاج ہونے سے لازم نہیں آتا کہ جس حدیث میں بھی وہ راوی ہوگا وہ حدیث صحیح ہوگی، وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کردی۔ بلکہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ

1 - امام حاکم کسی ایسی حدیث کی تخریج کرتے ہیں جس کے بیش تر رواۃ کی کوئی حدیث جامع صحیح میں نہیں ہوتی، مثلاً عکرمہ عن ابن عباس کی روایت، پھر بھی آپ کہتے ہیں: یہ حدیث بخاری کی شرط پر صحیح ہے، کیوں کہ امام بخاری نے حدیث عکرمہ کی تخریج کی ہے۔ یہ امام حاکم کا تساہل ہے۔

2 - کبھی امام حاکم ایسی حدیث کی تخریج کرتے ہیں جس کے بعض رجال بخاری کے ہوتے ہیں، اور بعض مسلم کے، پھر کہتے ہیں: یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔ یہ بھی تساہل ہے۔

3 - کبھی ایسا ہوتا ہے کہ امام حاکم کسی ایسی حدیث کی تخریج کرتے ہیں جس کے کسی راوی کی حدیث صحیحین میں ہوتی ہے، لیکن شیخین اس راوی کی وہی حدیث لیتے ہیں جو کسی متعیّن شیخ سے مروی ہوتی ہے، کیوں کہ اس سند میں راوی کا ضبط ثابت ہوتا ہے، یا اور کوئی خصوصیت ہوتی ہے، اور شیخین اس مخصوص راوی کی متعیّن شیخ سے روایت کے علاوہ کوئی دوسری حدیث نہیں لیتے، کیوں کہ دیگر صورتوں میں کہیں ضعف ہوتا ہے، کہیں ضبط حدیث نہیں ہوتا، یا راوی کی اپنے شیخ سے روایت مشہور نہیں ہوتی، یا اور کوئی وجہ ہوتی ہے، لیکن امام حاکم اس مخصوص راوی کے متعیّن شیخ کے علاوہ دوسرے راوی کی سند بیان کردیتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ حدیث شیخین، بخاری یا مسلم کی شرط پر صحیح ہے، یہ بھی امام حاکم کا تساہل ہے، کیوں کہ شیخین نے متعیّن شیخ ہی کی روایت سے احتجاج کیا ہے دوسروں سے نہیں، لہٰذا (جو حدیث متعیّن شیخ سے تخریج شدہ نہ ہو) وہ شیخین کی شرط پر نہیں ہو سکتی۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ شیخین نے خالد ابن مخلد قطوانی کی وہ حدیث لی ہے جو سلیمان بن بلال کے طریق سے ہے، لیکن خالد بن مخلد کی عبد اللہ ابن مثنی سے روایت نہیں لی ہے، کیوں کہ خالد کی ابن مثنی سے روایت مشہور نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی خالد بن مخلد عن ابن المثنی کی روایت کو شرط بخاری پر کہے تو متساہل ہوگا۔

4 - کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ امام حاکم کسی ایسی حدیث کی تخریج کرتے ہیں جس میں کوئی راوی ضعیف ہوتا ہے یا متہم بالکذب ہوتا ہے، اور اس کے بیشتر رواۃ رجال صحیح سے ہوتے ہیں، پھر بھی حاکم کہتے ہیں: یہ شیخین کی شرط پر ہے، بخاری یا مسلم کی شرط پر ہے، یہ تساہل فاحش ہے۔ جو حاکم کی متدرک پر غور کرے گا اس پر ہمارے ایرادات منکشف ہو جائیں گے[12]۔

امام حاکم پر امام بدر الدین زرکشی کا نقد:

ابن صلاح نے اپنے مقدمے میں فرمایا:

وَاعتنىٰ الحاكمُ أبو عبدِ اللهِ الحافظُ بالزيادةِ في عَدَدِ الحديثِ الصَّحيحِ على مَا في الصَّحيحَينِ، وَجَمَعَ ذلكَ في كتابٍ سَمَّاهُ المستدرَكَ، أودَعَه مَا لَيسَ في وَاحدٍ مِنَ الصَّحيحَينِ مِمَّا رَآهُ على شَرطِ الشَّيخَينِ، قد أخرَجَا عَن رُواتِه في كِتابَيهِما، أو عَلى شَرطِ البُخاريِّ وَحدَه، أو عَلى شَرطِ مُسلِمٍ وَحدَه، وَمَا أدّىٰ اجتهادُهُ إلى تَصحيحِه وَإن لَم يَكُن على شَرطِ واحدٍ مِنهُما[13].

اس عبارت کی توضیح کرتے ہوئے امام بدر الدین زرکشی متوفی 794ھ فرماتے ہیں:

امام حاکم پر دو جہتوں سے حیرت ہوتی ہے، ایک تو اس لیے کہ وہ کسی حدیث کی تخریج کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شیخین، یا ان میں کسی ایک کی شرط پر صحیح ہے، (لیکن شیخین نے تخریج نہیں کی ہے)، حالانکہ وہ حدیث امام حاکم کے تخریج کردہ الفاظ میں صحیحین یا ان میں سے کسی ایک میں ہوتی ہے، اور ایسا کئی ایک احادیث میں ہوا ہے۔ پھر امام زرکشی نے دس احادیث پیش کی، اور فرمایا کہ امام حاکم ان احادیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں: یہ حدیث شرائط شیخین پر صحیح ہے، لیکن شیخین نے تخریج نہیں کی، حالانکہ وہ احادیث صحیحین میں حاکم کی سند و متن کے ساتھ موجود ہیں۔ **(جاری)**

---

12 - امام عبد اللہ بن یوسف الزیلعی، نصب الرایہ، کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، ج: اول، ص: 342۔

13 - ابن الصلاح، مقدمہ ابن الصلاح، ص: 62۔

”کورونا ویکسین“ کے شرعی احکام

==============مفتی اشرفیہ **محمد نظام الدین رضوی** کے قلم سے==============

”کورونا ویکسین“ کے شرعی احکام

ویکسین میں ناپاک اجزا کا شمول تحقیق کے ساتھ معلوم نہ ہو تو حکومت کی عام منظوری کے بعد لگوا سکتے ہیں۔

جس چیز کی نجاست معلوم نہ ہو پاک ہے کہ اصل اشیا میں طہارت و پاکی ہے۔

کورونا ویکسین کیا ہے؟

ایک ہے: ”بیماری کا علاج“ اور ایک ہے: ”بیماری سے بچاؤ“ علاج کے لیے دوا استعمال کی جاتی ہے اور بچاؤ کے لیے ویکسین (VACCINE)۔

ویکسین کو عام بول چال میں ”ٹِیکا“ کہا جاتا ہے جو عموماً نارمل افراد اور بچوں کو لگایا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے بیماری کے وائرس لاچار اور بے بس ہو جاتے ہیں۔

”کورونا ویکسین: یہ حقیقت میں ”کووِڈ-19“ (COVID-19) نام کی بیماری کی دوا نہیں، بلکہ اس سے تحفّظ اور بچاؤ کا ٹِیکا ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ جس شخص کو یہ ٹیکا لگ جائے گا وہ باذن اللہ کورونا وائرس کے باعث پیدا ہونے والے مرض سے متاثر نہ ہوگا اور اگر ہوا، تو اس کا زور بہت ہلکا اور معمولی ہوگا؛ کیوں کہ اس کی وجہ سے بدن کا دفاعی نظام اتنا مضبوط اور فعّال ہو جاتا ہے کہ جسم میں باہر سے آنے والے خطرناک وائرس اس کے مقابل بے بس اور لاچار ہو جاتے ہیں۔

”کووِڈ-19“ (COVID-19) کی ہلاکت خیزی کے پیش نظر دنیا کے مختلف ممالک نے ویکسین بنانے اور عوام کو لگانے کی منظوری دے دی ہے، فی الحال منظور شدہ ویکسین کی تعداد نو-9 تک پہنچ چکی ہے، حکومت ہند نے بھی دو کمپنیوں کو ویکسین بنانے اور لگانے کی منظوری دی ہے۔ البتہ یہ منظوری ابھی معالجین اور ان کے معاونین کے لیے ہے، بعد میں سب کے لیے عام ہوگی۔

- پہلی کمپنی ”بھارت بائیوٹیک“ (BHARAT BIOTECH) -حیدر آباد- ہے، اس کے تیار کردہ ٹیکے کا نام ”کوویکسین“ (COVAXIN) ہے۔ یہ ویکسین پانچ اجزا کا مرکب ہے جن میں سے چار اَجزا در حقیقت چار طرح کے کیمیکل ہیں اور پہلا جز ایک قسم کا ”غیر متحرک وائرس“ ہے جو کورونا وائرس کے خلاف کام کرتا ہے۔
- دوسری کمپنی آکسفورڈ اَسٹرازینیکا (OXFORD ASTRAZENECA) ہے۔ اس کمپنی نے ہندوستان کے شہر پونہ میں واقع سیرم انسٹی ٹیوٹ (SERUM INSTITUTE) کو اپنے فارمولے کے مطابق ویکسین بنانے کی اجازت دی ہے۔ اس کمپنی کی ویکسین کا نام ”کووی شیلڈ“ (COVISHIELD) ہے۔ کمپنی نے اس ویکسین کے اجزاے ترکیبی میں ایتھنول (ETHANOL) اور پولیسوربیٹ 80 **(POLYSORBAT 80)** کو شامل کیا ہے۔

ایتھنول کا معنی انگریزی لغت کی مشہور کتاب ”آکسفورڈ ڈکشنری“ میں ”کیمیائی الکحل“ اور ”کنسائز ڈکشنری“ میں ”الکحل“ لکھا ہے۔ کوویکسین میں بھی فینوکسی ایتھنول (PHENOXY ETHANOL) نام کا ایتھنول شامل ہے جو نام سے الکحل کی ایک قسم معلوم ہوتا ہے، اس کا استعمال اشیا کو خراب ہونے سے بچانے کے لیے ہوتا ہے۔ اور الکحل آمیز دواؤں کا استعمال بوجہ عموم بلویٰ جائز ہے، مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور نے پوری تحقیق کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے جسے ”مجلس شرعی کے فیصلے“ جلد اول، مطبوعہ مبارک پور میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اور پولیسوربیٹ 80 (POLYSORBAT 80) خنزیر سے بھی اخذ کیا جاتا ہے اور نباتات سے بھی۔ خنزیر سے اخذ کیا ہوا جز حرام ہے اور بناتات سے حاصل کیا ہوا حلال، فی الحال یہ تحقیق نہیں ہو سکی کہ کووی شیلڈ میں کون سا پولیسوربیٹ شامل ہے۔ ہاں اتنا کہا جا سکتا ہے کہ: **ہمیں یہ نہیں معلوم ہے کہ پولیسوربیٹ خنزیر کا جز ہے،**

ہو سکتا ہے نباتات کا جز ہو۔

شرعی احکام:

"کورونا ویکسین" ہو یا کوئی بھی نئی دوا، اس کا حکم شرعی جاننے کے لیے بنیادی طور پر دو باتوں کا علم ضروری ہے:

ایک: یہ کہ ویکسین کے سارے اجزاے ترکیبی پاک ہیں یا ان میں کچھ ناپاک و حرام لعینہٖ بھی ہیں۔

دوسرا: ویکسین کا ایڈورس افیکٹ یا منفی اثر • معمولی ہے • یا سنگین • یا انتہائی سنگین۔

معمولی اثر: جیسے ٹیکے کی جگہ پر سوجن، ہلکا بخار، جسم میں درد، گھبراہٹ۔

سنگین منفی اثر: جیسے شدید بخار، شدید الرجی، مگر ان کے دور رس اثرات نہیں ہوتے اور اسپتال جانے کی ضرورت نہیں پیش آتی۔

انتہائی سنگین منفی اثر: اس میں اسپتال جانے کی ضرورت پیش آتی ہے اور بعض کیسیز مایوس کن بھی ہو سکتے ہیں۔

(1) ویکسین کا حکم اجزاے ترکیبی کے لحاظ سے:

پہلی بات کا علم کمپنی یا اس کے متعلقہ افراد کے بتانے سے ہوتا ہے اور دونوں کمپنیوں نے اپنے ویکسین کے اجزاے ترکیبی اپنے اپنے ویب سائٹ پر شائع کر دیے ہیں مگر ان سے جزم و یقین کے ساتھ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان میں کوئی چیز ناپاک یا حرام لعینہٖ ہے۔ اس لیے حکم جواز کا ہوگا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

قال الإمام محمد بن الحسن الشيباني: وبه ناخذ ما لم نعرف شيئا حراماً بعينه، وهو قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى وأصحابه. كذا في الظهيرية۔ (الفتاوی الهندية، ج:5: 342، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافة، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان۔)

امام محمد بن حسن شیبانی فرماتے ہیں کہ جب تک کسی چیز کے بارے میں ہمیں یہ نہ معلوم ہو کہ وہ حرام لعینہٖ ہے، ہم اسے حلال مانتے ہیں، یہی قول امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے اصحاب رحمہم اللہ کا ہے۔

شریعت طاہرہ کا ضابطہ ہے کہ جس چیز کی نجاست و حرمت معلوم نہ ہو وہ پاک و حلال ہے؛ کیوں کہ مدارِ نجاست علم پر ہے اور مدارِ طہارت، نجاست سے لاعلمی پر۔ یوں ہی مدارِ حرمت علم پر ہے اور مدارِ حلت، حرمت سے لاعلمی پر۔ ماہر قانون اسلامی، امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال ہوا:

"ایامِ وبا میں گورنمنٹ کی طرف سے جو دوا کنوؤں میں واسطے اصلاح، پانی کے ڈالی جاتی ہے اور رنگ پانی کا سرخ ہو جاتا ہے اور ذائقہ میں بھی فرق آجاتا ہے وہ پانی طاہر اور قابل پینے اور وضو کے ہے یا نہیں؟"

تو آپ نے اس کے جواب میں ارقام فرمایا:

"جب تک نجاست کا علم نہیں پانی طاہر مطہر ہے کہ اصل اشیا میں طہارت ہے۔ یوں ہی جب تک حرمت کا علم نہیں پانی حلال و مشروب ہے کہ اصل اشیا میں اباحت ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج:1، ص:549، باب المیاہ/فصل فی البئر، رضا اکیڈمی)

ایک دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"حکم پاکی کا ہے" جب تک نجاست یقیناً نہ معلوم ہو۔"

(ایضًا: ص:568)

ویکسین تین طرح کی ہو سکتی ہے:

ایک: وہ ویکسین جس کے فارمولا کا اعلان دوا ساز کمپنی نے کر دیا ہے اور وہ سب اجزا پاک و حلال ہیں۔

دوسری: وہ ویکسین جس کا فارمولا کمپنی نے شائع نہیں کیا، نہ کسی اور ذریعہ سے جزم و یقین کے ساتھ یہ معلوم ہو سکا کہ اس کا کوئی جز ناپاک یا حرام ہے۔

تیسری: وہ ویکسین جس کے بارے میں کمپنی نے اعلان کر دیا ہے کہ اس میں مثلاً خنزیر کا کوئی جز شامل ہے۔ خنزیر کا جز تو بلا شبہ مذہب اسلام میں ناپاک و حرام ہے مگر مجھے فی الحال کسی ایسی ویکسین اور کمپنی کا علم نہیں، اس لیے اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔

پہلی قسم کی ویکسین کا استعمال جائز و درست ہے کہ کورونا وائرس کے ممکنہ خطرات سے تحفظ کے لیے مفید و مؤثر ہے جو شرعاً مطلوب و مباح ہے۔

دوسری قسم کی ویکسین کا استعمال بھی جائز و درست ہے کہ ویکسین کا تعلق باب علاج سے ہے جو شرعاً مباح ہے؛ اس لیے صرف ناپاک چیز کی آمیزش کے شبہہ سے اسے حرام نہیں قرار دیا جا سکتا کہ اصل حلت و طہارت ہے۔

ماہر قانون اسلامی امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی ایک کتاب "الأحلیٰ من السکر" میں چند شرعی ضوابط کے ذریعہ اس طرح

کے مسائل کے احکام پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ ہم یہاں اس کے چند اقتباس پیش کرتے ہیں:

• **حضرت حق** جلّ وعلانے ہمیں اس بات کا مکلف نہیں بنایا ہے کہ ہم کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں جو واقع ونفس الامر میں طاہر وحلال ہو کہ اس کا علم ہمارے حیطۂ قدرت سے وراہے۔

قال اللہ تعالیٰ: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا.

(القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ:2،الآیۃ:286)

ترجمہ: اللہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا، مگر اس کی طاقت بھر۔

نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شے برتیں جسے ہم اپنے علم ویقین کی رُو سے طیب وطاہر جانتے ہیں کہ اس میں بھی حرج عظیم ہے اور حرج مدفوع بالنص، قال تعالیٰ:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ.

(القرآن الحکیم، سورۃ الحج:22،الآیۃ:78)

ترجمہ: اللہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

وقال تعالیٰ:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ.

(القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ:2،الآیۃ:185)

ترجمہ: اللہ تمھارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تمھارے ساتھ دشواری نہیں چاہتا۔

اے عزیز! یہ دین بحمد اللہ آسانی وسماحت کے ساتھ آیا جو اسے اس کے طور پر لے گا اس کے لیے ہمیشہ رفق ونرمی ہے اور جو تعمق وتشدد کو راہ دے گا یہ دین اُس کے لیے سخت ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا۔

نبی ﷺ فرماتے ہیں:

• إن الدين يسر ولن يشادّ الدين أحدٌ إلا غلبه فسدّدوا وقاربوا وابشروا۔ أخرجه البخاري والنسائي عن أبي هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنه. • وصدره عند البيهقي في شعب الإيمان بلفظ: "الدين يسر ولن يغالب الدين أحد إلا غلبه".

• وأخرج أحمد والنسائي وابن ماجة والحاكم بإسناد صحيح عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عن النبي صلی اللہ تعالی عليه وسلم إياكم والغلو في الدين فإنما هلک من كان قبلكم بالغلو في الدين.

[ترجمہ: بے شک دین آسان ہے اور ہرگز کوئی شخص دین میں سختی نہ برتے گا مگر وہ اس پر غالب آجائے گا تو درست روی اپناؤ اور درستگی کے قریب رہو اور خوش خبری دو۔ اسے بخاری اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ • اور شعب الایمان میں امام بیہقی نے یہ الفاظ نقل کیے: "دین آسان ہے اور جو کوئی دین پر غالب ہونا چاہے (کہ شدت پر قائم رہے) تو دین اس پر غالب ہو جائے گا۔"

• امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ "دین میں غلو کرنے سے بچو؛ کیوں کہ تم سے پہلے لوگ دین میں غلو کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے"۔ ن]

بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں جو اپنی اصل میں حلال وطیب ہو اور اُسے مانع ونجاست کا عارض ہونا ہمارے علم میں نہ ہو لہذا جب تک خاص اس شے میں جسے استعمال کرنا چاہتا ہے کوئی مظنۂ قویہ حظر وممانعت کا نہ پایا جائے تفتیش وتحقیقات کی بھی حاجت نہیں، مسلمان کو روا کہ اصل حل وطہارت پر عمل کرے اور یُمکن ویحتمل وشاید ولعلّ کو جگہ نہ دے۔

في الحديقة: لاحرمة إلّا مع العلم لأنّ الأصل الحِلّ ولا يلزمه السؤال عن شيء حتى يطلع على حرمته ويتحقق بها فيحرم عليه۔ ح اھ ملخصا

وفيها عن جامع الفتاوى: لايلزم السؤال عن طهارة الحوض مالم يغلب على ظنه نجاسته وبمجرد الظن لايمنع من التوضئ؛ لأن الأصل في الأشياء الطهارة، اھ۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حوض پر گزرے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ تھے، حوض والے سے پُوچھنے لگے، کیا تیرے حوض میں درندے بھی پانی پیتے ہیں؟ امیر المومنین نے فرمایا: اے حوض والے! ہمیں نہ بتا۔

مالک في مؤطاه: عن يحيى بن عبدالرحمن أن عمر رضي الله تعالىٰ عنه خرج في رَكب فيهم عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنه حتى وردوا حوضا فقال عمرو: ياصاحب الحوض! هل ترد حوضک السباع؟ فقال عمر بن الخطاب: ياصاحب الحوض! لاتخبرنا، فإنا نرد على السباع وترد علينا۔

قال سيدی عبدالغني: ولعله كان حوضاً صغيرا وإلا لما

سأل اھ ملخصًا۔ وقال تحت قولہ: "لاتخبرنا" أی ولو کنت تعلم أنہ ترد السباع، لأنا نحن لانعلم ذلک، فالماء طاھر عندنا فلو استعملناہ لاستعملنا ماءً طاھرا ولا یکلف اللّٰہ نفساً إلّا وسعھا اھ (الأحلیٰ من السکر، لطلبة سکر روسر، مشمولہ فتاوی رضویہ، ج:2،ص: 106، 107، کتاب الطہارۃ /باب الأنجاس/ مقدمہ عاشرہ، رضا اکیڈمی، ممبئی۔)

● اس میں شک نہیں کہ شبہہ کی جگہ میں تفتیش وسوال بہتر ہے جب اس پر کوئی فائدہ مترتب ہوتا سمجھے، فی البحر الرائق عن السراج الھندی عن الفقیہ أبی اللیث: ان عدم وجوب السؤال من طریق الحکم۔ وان سأل کان احوط لدینہ.

(ایضًا،ص:111)

● **احتیاط اس میں نہیں** کہ بے تحقیق بالغ وثبوت کامل کسی شے کو حرام ومکروہ کہہ کر شریعتِ مطہرہ پر افترا کیجیے بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن اور بے حاجت مُبین خود مُبَیَّن۔ سیدی عبد الغنی بن سیدی اسمٰعیل قدس سرہما الجلیل فرماتے ہیں:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللّٰہ تعالیٰ باثبات الحرمة أو الکراھة اللذین لابدلھما من دلیل، بل فی القول بالإباحة التی ھی الأصل وقد توقف النبی ﷺ فی تحریم الخمر أمّ الخبائث حتی نزل علیہ النص القطعی اھ وآثرہ ابن عابدین فی الأشربة مقرا۔

بازاری افواہ قابل اعتبار اور احکامِ شرع کی مناط ومدار نہیں ہوسکتی:

بہت خبریں بے سروپا ایسی مشتہر ہوجاتی ہیں جن کی کچھ اصل نہیں، یا ہے تو بہزار تفاوت، اکثر دیکھا ہے ایک خبر نے شہر میں شہرت پائی اور قائلوں سے تحقیق کیا تو یہی جواب ملا کہ سُنا ہے، نہ کوئی اپنا دیکھا بیان کرے، نہ اُس کی سند کا پتا چلے کہ اصل قائل کون تھا جسے سُن کر شدہ شدہ اس اشتہار کی نوبت آئی۔

(ایضًا،ص:90، 91، مقدمہ ثالثہ ومقدمہ رابعہ)

فتاوی رضویہ کے یہ اقتباسات احادیث نبویہ اور فقہی تصریحات پر مبنی ہیں، ان سے یہ امر بخوبی منقح ہوجاتا ہے کہ:

افواہ پر حکم شرعی کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی، یوں ہی کسی پاک وصاف چیز کو صرف شک کی بنا پر حرام نہیں قرار دیا جاسکتا۔ علاج اور دوا میں اصل حلت وطہارت ہے؛ لہٰذا جب تک یقین سے یہ نہ معلوم ہوجائے کہ فلاں دوا میں خنزیر کا جزیا کوئی ناپاک چیز شامل ہے اسے حرام وناجائز نہیں کہا جاسکتا۔

بلکہ اسے پاک وحلال مانا جائے گا، لہٰذا اس کا استعمال جائز ودرست ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(2) ویکسین کا حکم منفی اثرات کے لحاظ سے:

کوئی نئی ویکسین ہو یا دوا، تیار ہونے کے بعد اسے تجربات کے مختلف مراحل سے گزارا جاتا ہے اسے کلینیکل ٹرائل کہتے ہیں، ان تجربات کے ذریعہ یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ ویکسین سے بدن کے دفاعی نظام میں مثبت ردِّعمل پیدا ہوتا ہے یا ناخوش گوار منفی اثرات پیدا ہوتے ہیں، آخری مرحلے کا تجربہ بھی کامیاب ہوتا ہے تو حکومت اس کے استعمال کی عام منظوری دے دیتی ہے، اس لیے جب آخری دور کے تجربے کے بعد حکومت ویکسین لگانے کی عام منظوری دیدے تو کورونا ویکسین لگوانے کی اجازت ہوگی۔ کوئی تقوی کے لیے بچے تو اس کی مرضی۔ ہاں اِلرجی والے اور حاملہ وغیرہا کو ویکسین لگوانا ممنوع ہے، لہٰذا وہ ضرور بچیں کہ جو چیز ازروے طب مضر ہے وہ شرعًا ممنوع ہے۔

یہی حکم ان تمام ممالک کا ہے جہاں حکومت نے ویکسین لگوانے کا اذنِ عام دے دیا ہے اور اس میں ناپاک اجزا کا شمول تحقیق کے ساتھ معلوم نہیں ہے۔ یہ حق ہے کہ کورونا وائرس کے مرض نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا ہے، دنیا بھر میں اس موذی مرض سے ہلاک ہونے والوں کی تعداد بائیس لاکھ سے متجاوز ہو چکی ہے جب کہ اس کے متاثرین کی تعداد دس کروڑ، بیس لاکھ سے زیادہ ہو چکی ہے، ظاہر ہے کہ اس کے باعث لاکھوں عورتیں بیوہ اور لاکھوں بچے یتیم اور بے سہارا ہو چکے ہیں، مگر ان سب کے باوجود کورونا ویکسین ایسے بیماروں کا علاج نہیں ہے جو کورونا وائرس کے جان لیوا حملے سے موت وحیات کی کشمکش اور اضطرار کے نازک ترین حال میں ہوں، بلکہ ویکسین عمومًا نارمل انسانوں کو لگائی جاتی ہے جس کا مقصد موذی وائرس کے ممکنہ خطرات سے تحفظ اور بچاؤ ہے۔ اس لیے ویکسین لگانے کے وقت اضطرار وضرورتِ شرعی کا تحقق قطعًا نہیں ہوتا، بلکہ عمومًا یہ درجۂ منفعت میں ہوتا ہے اور مخصوص حالات میں مخصوص لوگوں کے لیے درجۂ حاجت میں بھی ہوسکتا ہے، مثلاً: کورونا کی وبا عام ہو تو مریضوں کا علاج اور ان کی دیکھ بھال کرنے والے ڈاکٹروں، نرسوں، تیمار داروں نیز کھانسی،

شوگر، کِڈنی اور سانس کے مریضوں اور کمزور بوڑھے اور بچوں کے لیے ویکسین کی حاجت شرعی ہوگی، ورنہ عام حالات میں عام انسانوں کے لیے شرعی اصطلاح کے مطابق یہ ویکسین منفعت کے درجے میں ہوگی، جس کے لیے کوئی محظورِ شرعی یا حرام لعینہٖ حلال نہیں ہوتا، ضرورت، اضطرار، حاجت، منفعت، زینت وغیرہ کا تعارف راقم کی کتاب ”فقہ اسلامی کے سات بنیادی اصول“ میں ہے۔ اس لیے ضرورت شرعی یا اضطرار کا سہارا لے کر کسی حرام لعینہٖ اور ناپاک چیز کو حلال نہیں قرار دینا چاہیے۔

خلاصۂ کلام:

(1) کورونا ویکسین نارمل انسانوں کو مہلک وائرس کے ممکنہ خطرات سے تحفظ کے لیے لگائی جاتی ہے، ایسا نہیں کہ اُس وقت وہ کورونا کے جان لیوا حملے سے مغلوب و مُضطر ہو چکے ہوں اور ویکسین لگانے سے بچ جائیں۔

(2) کسی ملک کے ویکسین میں ناپاک جز کا شمول تحقیق کے ساتھ معلوم ہو تو وہاں کے لوگ ایسی ویکسین سے بچیں اور وقتِ حاجت پاک ویکسین تلاش کر کے لگوائیں۔ اور پاک ویکسین تو عام حالات میں بھی لگوانے کی اجازت ہے۔ یوں ہی جن ویکسینوں میں کسی ناپاک چیز کی آمیزش کی تحقیق اور جزم نہ ہو اسے بھی لگوا سکتے ہیں۔ یہ حکم تمام ممالک کے لیے ہے۔

(3) ہندوستان میں دو کمپنیوں نے ”کو ویکسین“ اور ”کودی شیلڈ“ نام سے ویکسین تیار کی ہے ان میں ناپاک اجزا کے شمول کی تحقیق نہیں ہے، لہذا لگوا سکتے ہیں، البتہ جن لوگوں کو ویکسین لگوانا طِباً ممنوع ہے وہ بچیں۔

(4) یہ اجازت حکومت کی طرف سے عام منظوری ملنے کے بعد دی جاتی ہے؛ تاکہ یہ اطمینان ہو کہ یہ ویکسین کسی سنگین منفی اثر سے محفوظ ہے۔ **هذا ما عندي والعلمُ بالحقّ عند ربّي، وهو تعالىٰ أعلم وعلمُه جلّ مجدهٗ أتمّ وأحكم۔**

محمد نظام الدین الرضوی

کتبہ

خادم الافتا بالجامعۃ الاشرفیہ، مبارک فور

18/ جمادی الآخرہ 1442ھ

1/ فبرائر 2021ء

شہزادہ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند کے خلفا اور تلامذہ پر لکھی گئی تازہ ترین علمی اور تحقیقی کتاب

مفتی اعظم اور ان کے خلفا (تین جلدیں)

تصنیف: مشہور مورخ و ادیب مولانا محمد شہاب الدین رضوی بریلوی

قیمت مکمل سیٹ: Rs.1200 رعایتی قیمت: =/Rs.450 روپے صفحات 2300

اس کتاب میں ہندوستان، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، پاکستان، ماریشس، ساؤتھ افریقہ، ہالینڈ، انگلینڈ، مصر، شام، حلب، بنگلہ دیش اور نیپال وغیرہ ممالک کے دو سو پچیس سے زائد علما و مشائخ، صوفیا، حفاظ و قراء کی سیرت و سوانح شامل ہے۔ اپنی نوعیت کی بہترین لاجواب کتاب منظر عام پر آچکی ہے، شائقین حضرات ضرور طلب کریں۔

ناشر اسلامک ریسرچ سینٹر بریلی شریف۔ M.08273958538

تقسیم کار: مکتبہ رحمانیہ رضویہ، درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف۔ M.09359106942

منشیات کا زہر اور تڑپتی لاشیں

مفتی توفیق احسن برکاتی

"منشیات" سے مراد وہ تمام چیزیں اور دوائیں ہیں جو نشہ پیدا کرتی ہیں۔ شراب، ہیروئین، افیون، چرس، گانجا، بھانگ، وہسکی، ایم ڈی وغیرہ، اسی طرح نشہ آور انجکشن بھی مارکیٹ میں دست یاب ہے، جسے نشہ نہ کہ کر کیف وسرور کا نام دیا گیا ہے۔ یہ بھی منشیات کے زمرے میں آتا ہے اور انسانی جانوں کو لمحہ لمحہ موت کی دہلیز تک پہنچادیتا ہے۔

مذہب اسلام نے اکل وشرب کی ان تمام چیزوں کو حرام قرار دیا ہے جو نشہ لاتی ہیں، انسانوں کو بے عقل کر دیتی ہیں، اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو زنگ آلود بنادیتی ہیں۔ جس سے اس کے حواس مختل ہوجاتے ہیں اور وہ اختلاج قلب واختلال دماغ کا مریض بن جاتا ہے۔ کیوں کہ اسلام ایک پاکیزہ معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے جہاں امن ہو، انسانیت ہو، جرائم سے پاک زندگی ہو، معاشرتی حقوق کی حفاظت ہو، انسانی رشتوں کا تحفظ ہو اور منشیات کی جملہ اشیا مذکورہ تمام بنیادوں کو اکھاڑ دینے والی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں منشیات سے متاثرہ افراد زیادہ ہیں اور بلا روک ٹوک نشہ آور چیزوں کے استعمال میں منہمک ہیں وہاں کا ماحول امن وآشتی سے خالی ہے، اور زندگیاں جرائم میں ڈوبی ہوئی ہیں، معاشرتی وخاندانی حقوق کی پامالی کا گراف کافی اونچا ہے اور انسانی رشتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

اس وقت نشہ ایک عالمی مسئلہ بن چکا ہے اور اس کے حل کی جتنی موثر کوشش ہونی چاہیے نہیں کی جارہی ہے، جس کی وجہ سے اس کی زہرناکیوں اور ہلاکت خیزیوں نے قوموں کو تباہی کے دہانے تک پہنچادیا ہے، اس کے کریہہ شکنجے میں نسلیں اپنی کامیاب زندگیاں بہ خوشی دے رہی ہیں اور اس کی تباہ کاریوں کا انھیں احساس تک نہیں ہے۔ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک مافیاؤں کی راجدھانی بن چکے ہیں، جرائم کا گڑھ ہوچکے ہیں، منشیات کی منڈی میں تبدیل ہوچکے ہیں، جہاں شراب کی خرید وفروخت پر کوئی پابندی نہیں ہے، البتہ دیگر نشہ آور چیزیں غیر قانونی طور پر سپلائی کی جاتی ہیں اور ادویات کی اسمگلنگ ہوتی ہے۔

منشیات میں ملوث افراد دو گروپ میں بٹے ہوئے ہیں، ایک گروپ ہائی پروفائل لوگوں پر مشتمل ہے۔ یہ مالداروں کا وہ طبقہ ہے جو پوش Posh علاقوں میں رہائش پذیر ہے، جن کے یہاں دولت کی ریل پیل ہے، اسباب آرائش کی فراوانی ہے، یہ عیش وعشرت کے شوقین ہیں، فیشن اور مغربیت کے دلدادہ ہیں وہ خود بھی، ان کے بچے بھی، لڑکے لڑکیاں سب یہ بچے مہنگے میڈیکل اور انجینئرنگ کالجوں، یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان کا مزاج اور رہن سہن بالکل عاشقانہ اور عیاشانہ ہوتا ہے، یہ گینگ کی شکل میں بہت جلد تشدد پر بھی آمادہ ہوجاتے ہیں، ان میں چند ہی ایسے ہوتے ہیں جو آوارہ مزاج نہ رکھتے ہوں گے، یہ بچے گھر میں رہتے ہوں یا ہاسٹل میں قیام کرتے ہوں اکثر شراب کے عادی ہوتے ہیں دوستی اور ہمدردی کے نام پر جنسی تعلقات تک سے گریز نہیں کرتے، گرل فرینڈ ان کی زندگی کا لازمی حصہ ہوتی ہے، یہ بچے اور ان کے والدین فیشن کے نام پر بھی منشیات میں ملوث ہوتے ہیں، اعلیٰ دماغی اور ترقی کے نام پر بھی وہ مختلف جرائم میں ملوث نظر آتے ہیں اور اسے غلط نہیں سمجھتے۔ مختلف مواقع پر منعقد کی جانے والی پارٹیاں اور شادی بیاہ کی تقریبات میں شراب کا دور، برہنہ، نیم برہنہ ڈانس عام سی بات ہوتی ہے۔ اس معاملے میں مشرق ومغرب کا امتیاز بھی اٹھ چکا ہے۔

دوسرا گروپ انتہائی غریب، دبے کچلے، گھر سے بے گھر افراد پر مشتمل ہوتا ہے، ان کی اپنی کوئی نوکری نہیں ہوتی، وہ دن بھر یہاں وہاں پاکٹ ماری کا کام کرتے ہیں، آنکھوں میں دھول جھونک کر روپے اڑا لیتے ہیں، ان میں معدودے چندی اور بھنگار کی چھوٹی چھوٹی چیزیں اکٹھا کر کے دکانوں پر فروخت کرتے ہیں اور پھر ان روپوں کی شراب اور نشیلی اشیا خرید کر اپنے ذوق کی تسکین دیتے ہوئے راتیں بسر کرلیتے ہیں، ان میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو گلی کے نکڑوں پر، گندی جگہوں پر اپنا ایک مخصوص اڈہ بنالیتے ہیں اور گروپ کی شکل میں بیٹھ کر یہ سفاک شغل کرتے دکھائی دیتے ہیں، ان کے لیے رات دن کی کوئی قید نہیں ہوتی، یہ بڑے ڈھیٹ قسم کے ہوتے ہیں، ان کی اپنی گینگ بھی ہوتی ہے جو ان کے خلاف کسی قسم کی تادیبی کارروائی کو ناکام بنادینے

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

پر تُل جاتی ہے۔ اس گروپ میں بچے سے لے کر بوڑھے تک ہوا کرتے ہیں، آوارہ مزاجی ان کی رگ رگ میں سمائی رہتی ہے، بسا اوقات شادی شدہ اوباش قسم کے مرد بھی یہ گھناونا اور گھٹیا کام کرتے ہیں۔ ایک تیسرا طبقہ بھی ہے وہ بھی کسی سے پیچھے نہیں ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو چھوٹا موٹا کاروبار کرتے ہیں، دوکانوں اور کمپنیوں میں نوکریاں کرتے ہیں یا کالج میں تعلیم حاصل کرتے ہیں، یہ منشیات کے شوقین ہوتے ہیں، ان میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو شراب نوشی کے لیے اپنی بیویوں کے زیورات تک بیچ ڈالتے ہیں۔

منشیات میں ملوث جن تین گروہوں کی وضاحت ہم نے کی ہے یہ صرف ہر ملک کے روپوں والے شہر میں زیادہ پائے جاتے ہیں، جہاں تجارت ہوتی ہے، نوکریاں ہوتی ہیں، جہاں شراب نوشی قانونی جرائم میں شامل نہیں ہے، نشہ ان کے لیے ایک شوق ہوتا ہے، بڑے پن کی نشانی بھی کچھ لوگ ان خرافات کو مانتے ہیں۔ ہندستان کے چند ہی صوبے ایسے ہیں جہاں شراب پر ریاستی حکومت کی جانب سے قانونی پابندی لگی ہوئی ہے، اگرچہ وہاں بھی چوری چھپے نشہ خور افراد ان قبیح چیزوں کے استعمال کی راہ نکال لیتے ہیں، اور قانون بے بسی کا اظہار کرتا دکھائی دیتا ہے۔ گجرات، بہار اس کی مثال بن سکتے ہیں، جہاں شراب کی خرید وفروخت اور استعمال پر قانونی روک لگی ہوئی ہے۔ ان علاقوں میں بھی غیر قانونی طور پر اور چوری چھپے منشیات کا کاروبار ہوتا ہے اور نشہ آور چیزوں اور اَدویات کا استعمال بھی لیکن قانون ایسے عمل کو جرم گردانتا ہے۔ کاش یہ سسٹم پورے ملک میں رائج کر دیا جاتا تو کچھ حد تک سہی منشیات پر روک ضرور لگتی لیکن افسوس ایسا ہو نہیں رہا ہے، حکومتیں شراب کے کاروباریوں کو اجازت نامے دیتی ہیں، انھیں ان چیزوں کی فروخت کا قانونی جواز حاصل ہوتا ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ اب سماج کو ان برائیوں سے کیسے پاک کیا جا سکے گا؟

ہندستان کے کئی شہروں میں نشے کے خلاف کافی شدت سے آواز بھی جا رہی ہے پولس محکمہ بھی منشیات کے خلاف آواز اٹھانے والوں کی منشیات مخالف مہم میں شامل ہے۔ سیاست داں بھی پریس کانفرنسوں میں بار بار اس بات کا اعادہ کرتے ہیں کہ نشہ خوروں پر لگام کسی جائے، منشیات کا خاتمہ ہونا چاہیے، علمائے کرام اس مہم میں پیش پیش ہیں، نشہ مخالف پروگرام بھی منعقد ہو رہے ہیں، کئی مقامات پر پولس نے ان نشہ خوروں کے خلاف سخت ایکشن بھی لیا، یہ معاملات میڈیا کی نگاہ میں بھی آئے۔ علمائے کرام کا یہ خوش آیند اقدام قابل ستائش ہے جس کی حمایت کی جانی چاہیے۔ اس سلسلے میں ہر ایک کو اپنی اپنی بساط بھر کوشش کرنی چاہیے۔ محکمۂ پولس کا منشیات مخالف دستہ بھی اس میں اہم رول ادا کر رہا ہے۔ ذرا غور کریں، منشیات کا ہمارے سماج میں ہوش رُبا اضافہ کس قدر خوف ناک اور گھناؤنی صورت حال پیدا کر رہا ہے، صرف شراب کی بنیاد پر کیسی کیسی برائیاں ہمارے معاشرے میں جنم لے رہی ہیں، نشے کی یہ لت ہمارے خانگی حالات پر کس طرح براہ راست اثر انداز ہوتی ہے، جس طرح مرد وزن کا آزادانہ اختلاط، کالجوں یونیورسٹیوں کی مخلوط تعلیم، کمپنیوں، آفسوں میں لڑکے لڑکیوں کی ایک ساتھ مشقوں اور ہنسی مذاق سے چھیڑ خانی، عصمت ریزی، آبرو باختگی کو بڑھاوا مل رہا ہے، اخلاقی رشتوں میں کمزوری آ رہی ہے، اسی طرح شراب نوشی نے بھی مجموعی طور پر گھریلو زندگی میں اضطراب جیسی صورت حال پیدا کر دی ہے، انسان کی خانگی زندگی بھی اس سے پوری طرح متاثر ہے۔ بیوی پر تشدد، بچوں کی بیجا سرزنش، پڑوسیوں سے گالی گلوج، طلاق کی شرحوں میں اضافہ، قتل وغارت گری، نابالغ بچوں، بچیوں پر دست درازی، والدین پر طعن وتشنیع، پاکیزہ رشتوں کی پامالی، خانگی مسائل سے بے توجہی، معاشی حالات کی ابتری جیسے ناگفتہ بہ احوال اور قابل افسوس وطیرۂ زندگی کی ایک بڑی وجہ شراب نوشی کی لعنت بھی ہے، خود فرمان رسول ﷺ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ شراب اُم الخبائث ہے، شراب تمام بے حیائیوں کی ماں ہے، اس سے برائیاں جنم لیتی ہیں، انارکی پھیلتی ہے اور بد اخلاقی میں اضافہ ہوتا ہے۔

بعض مغربیت زدہ افراد یہ بہانہ پیش کرتے ہیں کہ یہ نشہ آور اَدویات اور منشیات کے لوازمات انسانی غموں اور ڈپریشن سے نجات کا ذریعہ ہیں، چند لمحے سہی ایک غم زدہ اور آلام روزگار کا مارا انسان اپنا سارا غم بھول جاتا ہے۔ یہ بہانہ اپنے پیروں پر کلہاڑی مارنے جیسا ہے یا ایسا ہی ہے جیسے کپڑے پر لگی نجاست وگندگی کو پیشاب سے صاف کرنا۔ یہ محض خام خیالی ہے اور کچھ نہیں۔ یہ بھی کوئی علاج ہے؟ یہ بھی کوئی دانش وری ہے؟؟ کیا انھیں معلوم نہیں کہ اگر نشے کا چسکا اس کو لگ گیا تو نا ختم ہونے والے غم اور انسانیت سوز زندگی سے اسے کون بچا سکتا ہے؟؟

ایسے مناظر فلموں اور ٹی وی سیریلوں میں بھی دکھائے جاتے ہیں کہ نشہ بالخصوص شراب نوشی غموں کا علاج ہے۔ ناول وافسانہ بھی ان منفی رویوں سے خالی نہیں۔ معروف افسانہ نگار محمد بشیر مالیر کوٹلوی بنگالی ناول اور فلم دیو داس کے منفی کردار پر تبصرہ کرتے ہوئے قم طراز ہیں:

"اس طرح کا کردار دیوداس تھا جو اس زمرے میں آتا ہے۔
اس بنگالی ناول پر تین بار فلم بن چکی ہے، حالاں کہ اس فلم کا اس کہانی کا پیغام انتہائی منفی ہے۔ ایک نوجوان کا محبت میں ناکام ہوکر شراب میں ڈوب جانا اور مرجانا۔ ادب کے تاجر، فن بیچنے اور خریدنے والے کہاں اس بات پر غور کرتے ہیں کہ اس فلم کے تھیم کا نوجوان طبقے پر منفی اثر پڑے گا یا مثبت؟" ("افسانے میں کردار نگاری کی اہمیت"، ماہ نامہ اردو دنیا، اگست 2014ء، ص:45)

گویا منشیات کے فروغ میں یہ فلمستان بھی کسی سے پیچھے نہیں ہے، ڈرگس مافیاؤں کی تو ہر وقت چاندی ہی چاندی ہے، وہ کسی نہ کسی جہت سے منشیات میں ملوث ہر تین طبقے کے افراد سے رابطہ بنائے رہتے ہیں اور قانون کی طرف سے مطمئن ہوکر یہ گورکھ دھندا بڑی ہوشیاری سے آگے بڑھا رہے ہیں۔ میری سمجھ سے سماج میں ہر طرح کی برائیوں، بے حیائیوں، ظلم وتشدد، حق تلفی اور زیادتی ودھوکا دہی میں یہ فلمیں اور شراب بنیادی کردار ادا کرتی ہیں، حالات کا تجزیہ یہی باور کراتا ہے، یقین نہ آئے تو ہندی دینک جاگرن انٹرنیٹ ایڈیشن یکم ستمبر 2014ء بروز دوشنبہ میں موجود یہ خبر دل تھام کر پڑھیں!!! اخبار لکھتا ہے: "جارجیا کے ایفنگم کاؤنٹی میں کچھ ایسا ہی دیکھنے کو ملا جہاں لو اسٹوری پر مبنی فلم "دی نوٹ بک" دیکھنے کے بعد ایک سگے بھائی بہن پر ایسا اثر ہوا کہ ان کے بیچ وہ سب کچھ ہو گیا جس کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ ویب سائٹ میٹرو کے مطابق جارجیا کے رہنے والے 25/ سالہ ٹیموتھی سیوائے اور 20/ سالہ بکنر سگے بھائی بہن ہیں۔ جن کی اصلیت کا پہلے تو کسی کو پتہ نہیں تھا لیکن ایک دن پولس نے انھیں ایک چرچ کے باہر جنسی تعلق بنائے ہوئے دیکھ لیا۔ بس پھر کیا تھا پولس ان دونوں کو گرفتار کرکے پولس اسٹیشن لے گئی۔ وہاں جاتے ہی دونوں سے پوچھ تاچھ ہوئی۔ پہلے تو دونوں نے اصلیت بتانے سے انکار کردیا۔ لیکن بعد میں اس بات کو مان لیا کہ وہ سگے بھائی بہن ہیں اور ایسا انھوں نے ایک فلم دیکھ کر کیا۔ ان دونوں نے مانا کہ یہ فلم دیکھنے کا ان پر اتنا بُرا اثر ہوا کہ دونوں کے بیچ جنسی جسمانی تعلق بن گیا اور وہ بھی ایک بار نہیں تین بار۔ فی الحال دونوں حراست میں ہیں۔"

یہ ایک مثال ہے ایسے نہ جانے کتنے واقعات رونما ہوتے ہوں گے اور انسانیت شرم سار ہوتی ہوگی۔ چند سال پیشتر اسکولوں میں جنسی تعلیم کے لازمی حکم سے نابالغ سگے بھائی بہنوں میں عملی طور پر جسمانی تعلقات کی خبریں آئی تھیں۔ نسل نو میں منشیات کا استعمال جس تیزی سے بڑھ رہا ہے جو یقینا ہم سب لیے لمحۂ فکریہ سے کم نہیں، محکمہ پولس کی اب تک کی ساری کاروائیاں منشیات کے عادی افراد کے خلاف ہوئی ہیں اور وہ بھی غیر منظم انداز میں، نہ کوئی ٹھوس حکمت عملی اور نہ مناسب اقدام۔ منشیات فروشوں اور عام نشیلی ادویات فراہم کرنے والوں پر نکیل کسنے میں پولس محکمہ بُری طرح ناکام ہے یا جان بوجھ کر آنکھیں بند کیے ہوئے ہے۔ شہر کے مختلف علاقوں پر منشیات فروشوں کا قبضہ ہے، ڈرگس ڈیلروں کا گروپ ہے جو انتہائی منظم طرز پر اپنا کاروبار جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس سلسلے میں محکمہ پولس کے منشیات مخالف دستے کو بھی چوکنا ہونے کی ضرورت ہے اور عوامی بیداری لانے کے لیے مہم چلانا بھی ضروری ہے۔ رہی بات مذہب اسلام کی وہ اس میدان میں بھی ہمیں رہ نما خطوط فراہم کرتا ہے، حدیث مبارک: "کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ۔" (ہر نشہ آور چیز حرام ہے) سے مذکورہ نکتے پر خاص روشنی پڑتی ہے، فقہی مسئلہ: "طلاق السکرٰ انِ وَاقِعٌ۔" (نشے میں دُھت کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دے تو واقع ہوجائے گی۔) بھی چشم کشا ثابت ہوسکتا ہے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر منشیات مخالف تحریک میں شامل ہوں اور نشہ خوری کے جراثیم سے اپنے معاشرے کو پاک کریں۔ بہ طور خاص اپنے بچوں پر ہر وقت نگاہ رکھیں۔ کہیں وہ آوارہ مزاج لڑکوں سے یاری تو نہیں نبھا رہے ہیں، اگر ایسا ہو تو ان کی سخت تنبیہ کی جائے اور ان کے ماحول کی پاکیزگی کا بھر پور خیال رکھا جائے کہ یہ بچے قوم کا مستقبل ہیں۔

نشہ آور چیزوں کا استعمال: اسلامی نقطہ نظر سے:

اسلام ایک پاکیزہ مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو ہر لمحہ نظافت وطہارت کا حکم دیتا ہے، جسم، لباس، جگہ، ماحول کو پاکیزہ رکھنا اس کا ٹارگیٹ ہے، وہ ہر اس برائی اور بے حیائی سے روکتا ہے جو انسانی دل ودماغ، اور ظاہری ماحول کی بربادی اور ابتری کا سبب بنتی ہو، یا زندگی تباہی کے دہانے تک پہنچ رہی ہو، یہ مذہب انسانیت کا نجات دہندہ ہے اور اس کی تعلیمات میں حقوق انسانی کی حفاظت کا راز پوشیدہ ہے، جس کی رعایت سے انسانی معاشرہ امن وامان کا گہوارا بن سکتا ہے۔

انھی باتوں کو نگاہ میں رکھ کر اسلام نے جرائم کے سدباب کا قانون عطا کیا ہے اور ان جرائم کا ارتکاب کرنے والوں پر حدود وقصاص کا حکم

سنایا ہے، شراب نوشی بھی انھی جرائم میں سے ایک ہے، جو اسلام کی نظر میں حدودی جرائم کی فہرست میں آتا ہے اور ثبوت مل جانے پر اسّی کوڑوں کی سزا دی جائے گی، تاکہ یہ سزا دوسروں کے لیے درس عبرت بنے۔

لغت میں ہر پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں اور فقہ کی اصطلاح میں شراب نشہ پیدا کرنے والی چیز کو کہتے ہیں اور اس کی بہت سے قسمیں ہیں۔ "خمر" خالص انگور کی شراب کو کہتے ہیں، یعنی انگور کا کچا پانی جس میں جوش آجائے اور شراب پیدا ہو جائے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں جھاگ پیدا ہو اور پر شراب کو مجازاً "خمر" کہہ سکتے ہیں۔ (بہار شریعت، جلد سوم، ص: 671)

امام حافظ محمد بن احمد ذہبی "کتاب الکبائر"، ص: 92 میں فرماتے ہیں: " ہر اس شے کو خمر کہتے ہیں جو عقل کا ڈھانپ لے، چاہے وہ تر ہو یا خشک، کھائی جاتی ہو یا پی جاتی ہو۔"

"خمر" بعینہ حرام ہے، اس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے اور اس کے حرام ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، یہ پیشاب کی طرح نجس و ناپاک ہے، کم ہو یا زیادہ نجاست غلیظہ ہے، جو اس کو حلال بتائے وہ نص قرآنی کا منکر ہے اور اس پر حکم کفر جاری ہوگا، اس سے کسی طرح بھی فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، اس کا خریدنا، بیچنا، پینا، پلانا سب ناجائز ہے۔

شراب کی حرمت کا حکم بھی یک بارگی نہیں نازل ہوا کیوں کہ شراب عربوں کی گھٹی میں پیوست تھی اور بیک وقت اتنا سخت حکم ان کی برداشت سے باہر تھا، اس لیے تدریجاً انھیں شراب کی حرمت کا حکم سنایا گیا تاکہ ان کے لیے اس خبیث شے سے بچنا آسان ہو جائے۔ ذیل میں چند آیات قرآنیہ پیش کی جارہی ہیں جو شراب کی حرمت قطعی پر دال ہیں۔ شیطانی کاموں کے حوالے سے اولاً قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لیں، ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۚ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔

(سورۂ نور: 24، آیت: 21)

ترجمہ: اے ایمان والو! شیطان کے قدموں پر نہ چلو اور جو شیطان کے قدموں پر چلے تو وہ تو بے حیائی اور بری ہی بات بتائے گا اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں کوئی بھی کبھی ستھرا نہ ہو سکتا، ہاں اللہ ستھرا کر دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

اللہ عز وجل ارشاد فرماتا ہے: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۔ (سورۂ بقرہ: 2- آیت: 219)

[تم سے شراب اور جوے کا حکم پوچھتے ہیں، تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ دنیوی نفع بھی، اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔]

اس آیت کے نزول کے بعد کچھ لوگوں نے "گناہ عظیم" سمجھ کر شراب نوشی چھوڑ دی اور کچھ لوگ "منافع للناس" کی وجہ سے شراب پیتے رہے۔ پھر ایک حادثے کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى ۔ (سورۂ نساء: 4- آیت: 43)

ترجمہ: اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔

"تفسیر خزائن العرفان" میں اسی آیت کے تحت ہے:

"حضرت عبد الرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) نے ایک جماعت صحابہ کی دعوت کی۔ اس میں کھانے کے بعد شراب پیش کی گئی، بعضوں نے پی، کیوں کہ اس وقت شراب حرام نہ ہوئی تھی۔ پھر مغرب کی نماز پڑھی، امام نشے میں "قل یایھا الکافرون اعبد ماتعبدون وانتم عابدون ما اعبد" پڑھ گئے۔ اور دونوں جگہ "لا" ترک کر دیا اور نشہ میں خبر نہ ہوئی اور معنیٰ فاسد ہو گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انھیں نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع فرما دیا گیا۔ تو مسلمانوں نے نماز کے اوقات میں شراب ترک کر دی، اس کے بعد شراب بالکل حرام کر دی گئی۔"

اس سلسلے میں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے:

ایک مرتبہ حضرت سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی دعوت کی اور کھانے میں اونٹ کا سر بھونا، سب نے کھانا کھایا اور شراب بھی پی، ان پر نشہ طاری ہو گیا اور وہ باہم فخر و مباہات کرنے لگے، کچھ کی زبانوں سے طعنہ زنی کے جملے بھی نکلنے لگے، اسی دوران ایک قصیدہ پڑھا گیا جس میں حضرات انصار کی ہجو تھی، اس کے رد عمل میں ایک انصاری نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی لی اور ایک صحابی کے سر پر مار دی، وہ شدید زخمی ہو گئے اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں شکایت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ خدا میں عرض کیا: "اے اللہ! ہمیں شراب کے متعلق واضح حکم عطا فرما۔" اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ o اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطانی کام، تو ان سے بچتے رہنا کہ تم فلاح پاؤ- شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں اور تمھیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے، تو کیا تم باز آئے۔ (مائدۃ:5-آیت: 90،91)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسر شہیر علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"اس آیت میں شراب اور جوے کے نتائج اور وبال بیان فرمائے گئے کہ شراب خوری اور جوے بازی کا ایک وبال تو یہ ہے کہ اس سے آپس میں بغض اور عداوتیں پیدا ہوتی ہیں اور جو ان بدیوں میں مبتلا ہو وہ ذکر الٰہی اور نماز کے اوقات کی پابندی سے محروم ہو جاتا ہے۔"

یہ حکم تین ہجری غزوۂ احزاب کے کچھ دن بعد نازل ہوا تو آقائے دو جہاں ﷺ نے عرض کی: "اے اللہ عزوجل! ہم اس سے رک گئے۔"

ذرا غور کریں!!! اسلام نے کیوں اس طرح کی ناپاک اور غلیظ چیزوں کا حرام قرار دیا اور اپنے ماننے والوں کو اس سے مکمل اجتناب برتنے کا حکم صادر کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ان ناپاک اشیا میں گندگی ہے، غلاظت ہے، بے حیائی ہے، بے شرمی ہے، ایسا کرنے والا جب اپنا آپا کھو دیتا ہے تو خود کو نہیں پہچانتا، چہ جائے کہ اپنے احباب، اہل خاندان، اہل و عیال کو پہچان پائے۔ اب آپ خود ہی بتائیں کہ جو شخص اپنی شناخت نہ کر سکے، اپنا اچھا برا نہ سوچ سکے، اپنی بھلائی کو نہ سمجھ پائے وہ دوسروں کی اچھائی، بھلائی کے بارے میں کیا خیال کر پائے گا؟

ایک بات اور بھی ہے کہ منشیات میں ملوث افراد زندگی کے مقصد کو بالکل بھی نہیں جان پاتے، انھیں یہ یاد ہی نہیں رہتا کہ میرے اوپر کوئی دینی، دنیاوی، سماجی، معاشی ذمے داری بھی ہے، مجھے کچھ کرنا ہے، میں بھی کسی کا سرپرست اور نگراں ہوں اور یہ کام میرے اوپر باقی ہے، اسے کچھ پتہ نہیں ہوتا، وہ اپنی دنیا میں مگن رہتا ہے، نہ کچھ کرتا ہے نہ کچھ سوچتا ہے، جس کی وجہ سے ان کی خانگی زندگی میں افراتفری، ہنگامی صورت حال اور ابتری جیسی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں اور اس کا نتیجہ انتہائی بھیانک اور خون کے آنسو رلا دینے والا ہوتا ہے۔

نشے کا عادی شخص انسانیت اور انسانی قدروں کو بھی نہیں جانتا، پہچانتا تو اس کی ناقدری اور بے حرمتی بھی اسے خراب اور بے تکی نہیں لگتی، اس لیے انسانی اقدار کی حفاظت کے لیے بھی منشیات کے خاتمے کی کوشش کرنا ہم سب کا فرض ہے۔

منشیات کی قباحت احادیث نبویہ کی روشنی میں:

اسلام نے ہر شخص کے لیے پانچ بنیادی ضروریات کی حفاظت کو لازمی قرار دیا ہے۔ دین، مال، جان، عزت اور عقل۔ اس لیے جو چیزیں عقل کو ڈھانپ لیتی ہیں یا نقصان پہنچاتی ہیں، ان سے بچانا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ نبی مکرم ﷺ دنیا جہان کے لیے رحمت تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے خون کے پیاسوں پر بھی کبھی لعنت نہیں فرمائی۔ آپ ﷺ نے اپنے حقیقی چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتلین پر بھی لعنت نہیں فرمائی لیکن علی العموم جن کبائر کے مرتکبین پر لعنت کی ہے ان میں شرابی بھی ہے۔

خاتم الانبیاء ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ پیار، محبت اور شفقت کے ذریعے لوگوں کی اصلاح فرماتے تھے۔ سرکار ﷺ ایسا طریقہ اختیار کرتے تھے کہ برائی کرنے والا جبراً نہیں بلکہ دلی تقاضوں کی بنیاد پر اس سے کنارہ کشی اختیار کرے۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں حضور اکرم ﷺ پر شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا تو فوراً ہی بغیر کسی لیت و لعل کے قیمتی سے قیمتی شرابوں کے مٹکے عادی شرابیوں نے خود توڑ دیے۔ منہ سے لگے ہوئے جام یک لخت واپس رکھ دیے گئے اور مدینہ کی گلیاں شراب سے اس طرح بھر گئیں جیسے بارش کا پانی بہ رہا ہو-

ترمذی شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

ان رسول الله ﷺ: ضرب الحد بنعلين أربعين قال مسعر: أظنه في الخمر.

رسول اللہ ﷺ نے چالیس جوتوں کی حد جاری کی، حضرت مسعر فرماتے ہیں: میرا خیال ہے کہ یہ شراب کے متعلق تھا، یعنی شراب نوشی کی حد جاری فرمائی۔ (سنن ترمذی، ابواب الحدود، ص:266، ج:1)

سنن ابو داؤد میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ: اذا شربوا الخمر فاجلدوهم ثم اذا شربوا فاجلدوهم ثم اذا شربوا فاجدلوهم ثم اذا

شربوا فاقتلوهم.

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب لوگ شراب نوشی کریں تو انھیں کوڑے مارو پھر کریں تو پھر مارو، پھر کریں تو کوڑے مارو اور چوتھی بار کریں تو انھیں قتل کردو۔(یہاں بطور تشدید قتل کرنے کا حکم دیا گیا)

(سنن ابوداؤد، ابواب الحدود، ص:616، ج:2)

مزید چند احادیث ملاحظہ کریں:

(1)-الخمر أم الخبائث، ترجمہ: شراب برائیوں کی ماں ہے۔

(2)-کل مسكر حرام. ترجمہ: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

(بخاری شریف، کتاب الاحکام، ص:1063، ج:2)

(3)-ما أسكر كثيره ، فقليله حرام.

ترجمہ: جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔(سنن ترمذی، ص:9، ج:2)

(4)-لا يشرب الخمر حين يشربها و هو . مومن ۔ ترجمہ: شراب پیتے وقت شرابی کا ایمان ٹھیک نہیں رہتا۔(صحیح بخاری، ص:836، ج:2)

(5)-لعن رسول الله ﷺ فی الخمر عشرة عاصرها، ومعتصرها، وشاربها، وحاملها، والمحمولة إليه، و ساقيها، و بائعها، آكل ثمنها والمشترى لها والمشتراة له.

(سنن ابن ماجہ، ص:250- جامع ترمذی، ص:155، ج:1)

ترجمہ: جو شخص شراب کے لیے شیرہ نکالے اور جو نکلوائے اور جو پیے اور جو اٹھا کر لائے اور جس کے پاس لائی جائے اور جو پلائے اور جو بیچے اور جو اس کے دام کھائے اور جو خریدے اور جس کے لیے خریدی جائے ان سب پر رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی۔

(6) - حضور ﷺ نے فرمایا کہ تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ، شرابی ، اور اپنے قریب رشتہ داروں سے بد سلوکی کرنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا ۔ اور جو شرابی بے توبہ مر جائے اللہ تعالیٰ اسے وہ خون اور پیپ پلائے گا جو دوزخ میں فاحشہ عورتوں کی بری جگہ سے اس قدر بہے گا کہ ایک نہر ہو جائے گا، دوزخیوں کو ان کی فرج کی بدبو عذاب پر عذاب ہوگی ، وہ سخت بدبو گندی پیپ جو بدکار عورتوں کی فرج سے بہے گی اس شرابی کو پینی پڑے گی۔

(مستدرک للحاکم، کتاب الایمان، ص:22، ج:1)

(7) -رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

" جو شخص شراب کی ایک بوند پیے، چالیس روز تک اس کی کوئی نماز قبول نہ ہو اور جو مر جائے اور اس کے پیٹ میں شراب کا ایک ذرہ بھی ہو تو جنت اس پر حرام کردی جائے گی اور جو شراب پینے سے چالیس دن کے اندر مر جائے گا وہ زمانہ کفر کی موت مرے گا۔"

(مستدرک للحاکم، کتاب الاشربۃ، ص:147، ج:4)

اس وقت نشہ آور اور خاص کر حشیش اور بھنگ کا استعمال بہت زیادہ ہو چکا ہے، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ خمر نہیں اور عقل میں فتور پیدا نہیں کرتی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نشہ آور اشیا حشیش، افیون، کوکین، مورفین وغیرہ کا استعمال کئی ایک وجوہات کی بنا پر حرام ہے، جن میں سے چند ایک ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

(1)- یہ اشیا عقل میں فتور پیدا کرتی ہیں، اور جو چیز عقل میں فتور پیدا کرے وہ حرام ہے؛ کیوں کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"ہر نشہ آور چیز خمر ہے، اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے، اور جس کسی نے بھی دنیا میں شراب نوشی کی اور وہ شراب نوشی کرتے ہوئے توبہ کیے بغیر ہی مر گیا تو وہ آخرت میں شرابِ طہور نہیں پیے گا۔"

(صحیح مسلم، حدیث نمبر:2003)

صحیحین میں حضرت ابو موسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں: " مجھے اور معاذ بن جبل کو نبی کریم ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا تو میں نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! ہمارے علاقے میں جَو کی شراب تیار کی جاتی ہے جسے "المزر" کا نام دیا جاتا ہے، اور شہد سے تیار کردہ شراب کو "البتع" کہا جاتا ہے، تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "ہر مسکر اور نشہ آور چیز حرام ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث نمبر:4087)

اور بخاری و مسلم میں ہی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا، وہ نبی کریم ﷺ کے منبر پر یہ یہ فرمارہے تھے کہ: اما بعد: لوگو! شراب کی حرمت نازل ہو چکی ہے، اور یہ شراب پانچ اشیا یعنی انگور، کھجور، اور شہد، اور گندم، اور جو سے تیار ہوتی ہے، اور خمر وہ ہے جو عقل میں فتور پیدا کردے۔" (صحیح بخاری، حدیث نمبر: 4343)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر نشہ آور چیز اور مست کردینے والی شے سے منع فرمایا ہے۔(سنن ابوداؤد، کتاب الاشربہ، ص: 163، ج:2)

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ نشہ آور اشیا عقل میں فتور پیدا کرتی اور اس پر پردہ ڈالتی ہیں۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کے اس مطلق فرمان (ہر مسکر اور نشہ آور چیز حرام ہے) سے ہر نشہ آور چیز کی حرمت پر استدلال کیا گیا ہے، چاہے وہ شراب نہ بھی ہو، تو اس میں حشیش وغیرہ بھی شامل ہوگی. امام نووی وغیرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جزم اور یقین کے ساتھ کہا ہے کہ یہ مسکر یعنی نشہ آور ہے، اور دوسرے نے یقین کے ساتھ اسے مخدر یعنی بے سدھ کر دینے والی قرار دیا ہے، کیوں کہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ جو کچھ شراب نوشی سے لڑکھڑاہٹ اور مدہوشی وغیرہ ہوتی ہے وہ اس سے بھی حاصل ہوتی ہے. اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یہ نشہ آور نہیں تو ابوداود میں "ہر مسکر اور مفتر چیز کی ممانعت" کی روایت موجود ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔" (فتح الباری شرح بخاری، جلد:10، ص:45)

(2)-اس میں بہت زیادہ نقصانات اور عظیم قسم کا ضرر پایا جاتا ہے جو کہ شراب نوشی کرنے سے بھی زیادہ بڑھ کر ہو سکتا ہے، حالاں کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: "نہ تو کسی کو نقصان دو، اور نہ ہی نقصان اٹھاؤ۔" (مسند احمد، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: 2341)

تو اس میں انسان کا ذاتی طور پر بھی نقصان ہوتا ہے، اس کے خاندان اور اولاد کو بھی نقصان پہنچتا ہے، اور اس کے معاشرے اور سماج کو بھی۔

ایک اہم واقعہ:

"کہتے ہیں کسی زمانہ میں ایک نیک آدمی رہا کرتا تھا، جو بڑا عبادت گزار تھا۔ وہ دنیا کو چھوڑ کر شہر سے دور ایک ویرانے میں دن رات عبادت میں مصروف رہا کرتا تھا، قرب وجوار میں ایک آوارہ بدچلن عورت رہا کرتی تھی، اس نے اپنی ملازمہ کو اس نیک آدمی کے پاس بھیجا اور اسے کسی مسئلے کی گواہی دینے کے سلسلے میں بلوالیا۔ یہ عبادت گزار جب اس عورت کے گھر داخل ہوا تو اس ملازمہ نے دروازہ بند کر دیا، آخر وہ اس کمرے میں پہنچا جہاں وہ آوارہ اور بدچلن عورت بیٹھی تھی۔ ملازمہ نے گھر کے تمام دروازے بند کر دیے۔ یہ عورت انتہائی خوبصورت تھی، اس کے ایک ہاتھ میں بچہ دوسرے ہاتھ میں شراب کا جام بھرا ہوا تھا، اس نے مرد سے کہا: میں نے آپ کو کسی گواہی کے لیے نہیں بلوایا بلکہ اس لیے بلوایا ہے کہ تم تین باتوں میں سے کسی ایک بات پر عمل کرو۔ پہلی بات یہ کہ مجھ سے بدکاری کرو، دوسری یہ کہ اگر یہ نہ ہو سکے تو اس بچے کو قتل کرو، تیسری یہ کہ تم شراب کا بھرا ہوا جام نوش کرو۔ اگر تم نے ان باتوں کا انکار کیا تو میں شور برپا کر کے تم کو رسوا کر دوں گی۔ عورت کی یہ باتیں سن کر عبادت گزار شخص پریشان ہو گیا اور شراب پینے کو دونوں کاموں سے غنیمت جانا اور اسے پی گیا۔ اور جب اس پر نشے کا غلبہ ہوا تو مدہوشی کی حالت میں اس نے عورت کے ساتھ بدکاری کی اور اس بچے کو قتل بھی کر دیا۔"

(مواعظ رضویہ، در بیان حسنات وسیات، جلد:2، ص:78)

اس واقعہ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ نشہ ایک ایسی بری خصلت ہے جو نشہ کرنے والوں کی سوچ سمجھ اور فہم وفراست کو ختم کر دیتی ہے۔ دیکھیے مذکورہ بالا واقعہ میں عبادت گزار شخص نے قتل اور زنا سے شراب کو غنیمت جانا مگر اس کی تاثیر نے یہ اثر دکھایا کہ اس نے زنا اور قتل جیسے گناہ کبیرہ بھی کر ڈالے۔ نشے کی مدہوشی نے اس کی دنیا اور آخرت کو تباہ کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ نشہ وہ بری عادت ہے کہ جو اخلاق کو تباہ اور جوانی کو برباد کر دیتی ہے، جو تقویٰ، پرہیزگاری، عبادات و ریاضات کا خاتمہ کر کے اعمال صالحہ کو حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"قسم ہے میری عزت کی، میرا جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی پئے گا میں اس کو اسی کے مثل پیپ پلاؤں گا اور جو بندہ میرے خوف سے شراب پینا چھوڑ دے گا، میں اسے مقدس حوضوں میں سے شراب طہور پلاؤں گا۔" (مسند احمد بن حنبل، ص:257، ج:5)

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے شراب کے متعلق پوچھا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ بڑا کبیرہ گناہ ہے۔ تمام برائیوں کی ماں اور اصل ہے، جو شخص پیتا ہے، نماز کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنی ماں یا خالہ، پھوپھی کے ساتھ برا کرتا ہے۔ یہ بالکل سچی اور ہر کسی کی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ نشہ کرنے والا اکثر نماز جیسی عبادت سے محروم رہتا ہے اور بسا اوقات اس پر نشہ کا بھوت اس قدر غالب ہوتا ہے کہ وہ اپنی ماں، بہن، خالہ اور پھوپھی کی بھی پہچان نہیں کرپاتا۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا طبیب جسمانی وروحانی کا فرمان بیان کرتی ہیں کہ قویٰ میں سستی پیدا کرنے اور نشہ پیدا کرنے والی کسی چیز کو استعمال نہ کرو۔ ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ صحت کو نقصان پہنچانے والی، ناخوشگوار اور ہر ناپاک چیز صریحًا حرام ہے۔ حضرت طارق بن سوید رضی اللہ عنہ نے سرور عالم ﷺ سے عرض کی کہ میں بیمار ہوں اور علاج کے لیے شراب کو بطور دوا استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ دوا نہیں، بیماری ہے۔ [تفصیل راقم کی کتاب "منشیات کا زہر اور تڑپتی لاشیں" مطبوعہ دہلی وممبئی میں دیکھی جا سکتی ہے۔]

وقت کا کوئی نعم البدل نہیں

الوقت کالسیف ان لم تقتعه قطعك

وقت تلوار کی طرح ہے، اگر آپ اس کو نہیں کاٹیں گے مگر وہ آپ کو کاٹ دے گا

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی

وقت بہت قیمتی اور انمول شئے ہے، جس نے اس کی قدر کی تو اس نے یعنی وقت نے بھی اسے عزت بخشی اور اُسے دولت و شہرت سے نوازا، کام کا انسان بنادیا۔ جس نے اس کی ناقدری کی تو وقت نے بھی اسے بے وقعت کردیا، بے کار اور بے قدر بنادیا۔ یاد رہے وقت ایسی قیمتی شئے ہے اس کے صحیح استعمال کرنے سے فائدے ہی فائدے ہیں اور وقت کو نہیں استعمال کرنے سے وقت کا کچھ نقصان نہیں ہوتا، گیا وقت واپس نہیں لایا جاسکتا؟ کیونکہ وقت کو نہیں استعمال کرنے سے یہ ختم ہوجانے والی چیز ہے ختم ہوجاتی ہے۔ وقت کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ رب العالمین نے اپنی عبادت کو بھی وقت کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کا وقت مقرر فرمایا۔

ترجمہ: بیشک نماز مسلمانوں پر وقت میں فرض ہے۔

(القرآن، سورہ نساء4: آیت103)

نماز کے اوقات مقرر ہیں لہٰذا لازم ہے کہ ان اوقات کی رعایت کی جائے۔ دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا: نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (القرآن، سورہ بنی اسرائیل، 17: آیت 78) رب تبارک و تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو کسی نہ کسی کام میں لگایا ہے، حتیٰ کہ چھوٹا سا کیڑا، بیکٹیریا بھی اپنی ڈیوٹی پوری کررہا ہے، انسان و دوسری مخلوقات کے آرام و ضرورت کے لیے رب تبارک و تعالیٰ نے بہترین انتظام کر رکھا ہے۔ اپنی تمام مخلوقات کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمھارے لیے کام میں لگائے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور تمھیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں۔

(القرآن، سورہ، لقمٰن: 31، آیت 20)

جو کچھ آسمان میں ہیں جیسے سورج، چاند اور ستارے اور جو کچھ زمین میں ہیں جیسے دریا، نہریں، کانیں، پہاڑ، درخت، پھل، چوپائے وغیرہ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت سے تمھارے کاموں میں لگا رکھا ہے (جو سب کے سب اپنے وقت پر) اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں، جس کے نتیجے میں تم آسمانی چیزوں سے نفع اُٹھاتے اور زمینی چیزوں سے فائدہ حاصل کرتے ہو۔

(تفسیر کبیر، ص-123، 124، تفسیر جلالین، ص:347، تفسیر مدارک ص:921)

سورج، چاند، ستاروں کی گردش کی راہیں مقرر فرمائیں، وقت پر نمازوں کے اوقات بھی مقرر فرمادیے ہیں یہاں تک کہ ہر جاندار کو اپنے وقت مقررہ پر ہی مرنا ہے، اللہ نے موت کا ایک وقت اور جگہ متعیّن کردی ہے اس سے بڑی بات اور کیا ہوسکتی ہے کی ہر شے کو وقت سے باندھا گیا ہے اور ہر شے وقت کا خیال رکھتے ہوئے ہی وقت کا بھرپورا استعمال کررہی ہے۔ انسان ہی ایسی مخلوق ہے جو وقت کی ناقدری، بے توجہی کرکے اپنے اور اپنی نسلوں کے لیے نقصان کا دروازہ کھلا چھوڑ رکھا ہے اللہ ہی خیر فرمائے۔

وقت کی قدر کرنے والوں کے رجسٹر میں "کل" کا لفظ کہیں نہیں ملتا: وقت کی اہمیت جاننے اور قدر کرنے والے ہی زندگی کے ہر موڑ پر کامیابی کے جھنڈے گاڑتے ہیں۔ کاہلی سستی سے اُن کا دور دور تک کوئی رشتہ نہیں ہوتا، البتہ وقت کی ناقدری کرنے والے ہی زیادہ تر کاہل، سست، ٹال مٹول، تاخیر سے جھجھیے رہتے ہیں۔ کاہل انسان ہی سب سے زیادہ وقت کا خسارہ، گھاٹا، نقصان کرتا ہے اور جو وقت کو برباد کرتا ہے، وقت بھی اُسے کہیں کا نہیں چھوڑتا، برباد کرکے ہی چھوڑتا ہے۔ کامیاب لوگوں کی زندگی میں وقت کی قدر و قیمت واہمیت اور اسے

hhmhashim786@gmail.com

صحیح طرح سے گزارنے کے اُصول ملتے ہیں۔ تاریخ ساز افراد نے ہمیشہ وقت کو قیمتی سمجھا اور ایک ایک پل کی قدر کی، تب اُنہیں مقام و مرتبہ ملا، جو لوگ وقت ضائع کرتے ہیں وہ ہمیشہ ترقی کی منزل سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ کاہلی، سستی ہمارے دشمن ہیں: وقت کو ضائع کرنے والے زیادہ تر کاہل ہی ہوتے ہیں۔ کاہلی نہ صرف ہماری بلکہ سماج کے لیے بھی نقصان دہ ہے، کاہلی مستقبل کے لیے انتہائی تباہ کن ہے۔ یہ نشہ آور چیزوں سے زیادہ نقصان دہ ہے، جو شخص نشہ کرتا ہے وہ معاشرے سے کافی حد تک کٹ جاتا ہے، مگر کاہلی کا شکار فرد معاشرے میں رہ کر معاشرے کو نقصان پہنچاتا ہے۔ امام عبد الرحمٰن ابن جوزی علیہ الرحمۃ (511 - 597 ھ) نے اپنی کتاب منہاج القاصدین میں توبہ کے باب میں ایک باب الگ سے "باب تسویف، (آیندہ کرلوں گا)" قائم فرمایا ہے، کل کرلوں گا کے بارے میں لکھا ہے:

"آیندہ پر ٹالنے والے بالعموم ہلاک ہوتے ہیں کیونکہ وہ ایک ہی جیسی دو چیزوں میں فرق کرجاتے ہیں۔ آیندہ پر ٹالنے والے کی مثال اس آدمی کی سی ہے جسے ایک درخت اکھاڑنا ہو۔ وہ دیکھے کہ درخت بہت مضبوط ہے، شدید مشقت سے اکھڑے گا تو وہ کہے کہ میں ایک سال بعد اس کو اکھاڑنے کے لیے آؤں گا۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ درخت جتنی مدت باقی رہے گا وہ مضبوط ہوتا جائے گا اور خود اس کی جتنی عمر گزرتی جائے گی، وہ کمزور ہوتا جائے گا۔ جب وہ طاقتور ہونے کے باوجود درخت کی کمزوری کی حالت میں اسے نہیں اُکھاڑ سکتا تو جب وہ کمزور ہوجائے گا اور درخت زیادہ طاقتور ہوجائے گا تو پھر اس پر کیسے غالب آسکے گا"۔

ایک حدیث میں ہے کہ ٹال مٹول شیطان کا شعار ہے جسے وہ مومنوں کے دِلوں میں ڈالتا ہے۔ (سنن دارمی، حدیث: 145، 4363) عقل مندوں کے رجسٹروں میں "کل" کا لفظ کہیں نہیں ملتا، البتہ بیوقوفوں کی جنتریوں میں یہ بکثرت ملتا ہے۔ ہم اہم اور ضروری نوعیت کے کام جن کی تکمیل سے ہمارا ذاتی، معاشی، معاشرتی اور قومی فائدہ وابستہ ہے، خواہ مخواہ ملتوی کرتے رہتے ہیں اور بڑا نقصان اُٹھاتے ہیں اور اپنی ذات و دوسروں کو مطمئن کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ نکال لیتے ہیں۔ سچائی تو یہی ہے خوش قسمت وہ ہے، جو اپنی اہم ضرورت کو حاصل کرے، دوسرے کو چھوڑ دے، عمل کی طرف توجہ کرے اور اسی کو مقصود اصل جانے۔

وقت کی پابندی کامیابی کا راز: ایک علیحدگی پسند، سفید فام، قوم پرست یہودی، امریکی دانشور، مصنف اور ماہر طبیعات و فلکیات مائیکل ایچ ہارٹ (Michael H Hart) کی 1978 میں 5 لاکھ سے زائد چھپنے والی اپنی کتاب: دنیا کی 100 عظیم شخصیات میں عظیم ترین ہستی حضرت محمد ﷺ کو پہلے نمبر پر انتخاب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ انہوں نے اپنی 63 سالہ زندگی کے مختصر ترین "وقت" میں بہترین فلاح و بہبود کا عملی نمونہ پیش کرکے اور انسانی زندگی میں انقلاب برپا کرکے دکھا دیا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنی 60 سالہ زندگی اور دس 10 سالہ دور اقتدار میں بہتر منصوبہ بندی، صحیح وقت پر صحیح فیصلے کرتے ہوئے 22 لاکھ مربع میل پر محیط اور 100 ضلعوں پر مشتمل سلطنت کا انتظام اور مصر، ایران، شام اور موجودہ عراق، کویت، ترکی کے بہت سے علاقوں سمیت 4 ہزار 50 سے زائد شہروں کو اپنی دانشمندی، حکمت عملی، قوت اور فوج کے ذریعہ فتح کیا۔

بل گیٹس 1995ء سے دنیا کا امیر ترین بزنس مین وقت کی پابندی، وقت کے ہر لمحے کو منظم اور بہترین طریقہ سے استعمال کرکے کامیاب ہوا، غیر اہم اور غیر پیداواری کاموں اور رکاوٹ پیدا کرنے اور منفی سوچ والے لوگوں سے بچتا، قابل اور پیشہ ور افراد کی ٹیمیں بناتا، تسلسل کے ساتھ گزشتہ تیس سال سے روزانہ پانچ گھنٹے مطالعہ، ہفتہ میں دو نئی اور سال میں کم از کم 80 کتابیں پڑھتا، اپنے آپ کو ایک سے زائد کاروبار میں مصروف، فول پروف مربوط و مضبوط دفتری نظام، ٹھوس اُصول و ضوابط پر سختی سے عمل، پروگریس رپورٹس، بیلنس شیٹ اور نتائج پر توجہ دیتا آگے بڑھتا رہا، اس کے پاس وقت کی قلت نہیں، فراوانی ہے یہ اپنے دفتر کے کاموں کی نگرانی، گھر بیوی بچوں کے لیے شاپنگ وغیرہ وغیرہ کرتا رہا تو دولت، عزت، شہرت کا بادشاہ بنا رہا۔ خدارا خدارا وقت کی قدر کرنا شروع کریں، وقت آپ کو قدر والا بنادے گا، جو وقت کی بے قدری کرے گا وقت بھی اُسے بے قدر کردے گا، پھر اپنی ناکامی کا رونا رونے سے اور وقت کے گزر جانے کے احساس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وقت کی اہمیت و افادیت کو سمجھیں جب رب تبارک و تعالیٰ نے ہر شئے کو وقت کا پابند بنایا 241 قرآن مجید میں وقت کے بارے میں احکامات نازل فرمائے تو اس سے بڑی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔

وقت کے بہترین استعمال سے نتائج اعلیٰ، غلطیاں کم، ذہنی دباؤ ختم، صحت اچھی، سوچ اچھی، دوست، فیملی، اللہ تعالیٰ راضی، سبحان اللہ سبحان اللہ اور کیا چاہیے۔ زندگی میں استعمال نہ ہونے والا وقت واپس نہیں لایا جاسکتا کیونکہ وقت کا نعم البدل نہیں اور استعمال نہ کرنے پر یہ ختم ہونے والی چیز ہے۔ عربی زبان کا ایک مشہور مقولہ ہے: "الوقت کالسیف ان لم تقطعه قطعك "وقت تلوار کی طرح اگر آپ اس کو نہیں کاٹیں گے لیکن وہ آپ کو ضرور کاٹتی ہے۔ ☆☆☆☆☆☆

(دوسری قسط)

مفتیِ اعظم مندسور حضرت مفتی عبد المنان قادری علیہ الرحمۃ

کچھ یادیں، کچھ باتیں

مبارک حسین مصباحی

اس تحریر کا حاصل یہ ہے کہ مندسور مدھیہ پردیش کا ایک زرخیز علاقہ ہے، موسم اور آب و ہوا بھی خوش گوار ہے۔ اولیائے کرام کے مزارات مرجعِ خلائق ہیں، مزارات پر خوش عقیدہ مسلمانوں کی کثرت سے حاضری اور مسلسل اکتسابِ فیض کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہاں اہلِ سنت و جماعت کی فراوانی ہے۔ حالاں کہ اولیائے کرام کے مزارات پر صرف مسلمان ہی نہیں ان درگاہوں پر تو چند بد عقیدوں کو چھوڑ کر ہر مذہب کے لوگ فیض پاتے ہیں۔ یہ ان بزرگوں کی رواداری ان کی حیاتِ ظاہری میں بھی رہتی تھی۔ آپ ہندوستان کے کسی بھی بڑے بزرگ کے مزار اقدس کو دیکھ لیں ہر مذہب کے لوگ حاضر ہو کر خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں اور انھیں بزرگوں کے فیضان سے فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ "فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ"

مندسور کی علمی، اعتقادی اور عملی صورتِ حال:

مندسور کی سماجی صورتِ حال انتہائی افسوس ناک تھی، مذہبی اعتبار سے جہالت عام تھی، اسلامی معاشرت کا عام طور پر فقدان تھا، تیوہاروں، غموں اور خوشیوں کے مواقع پر سنتوں پر عمل کرنے کا کوئی تصور نہیں تھا، شادیوں کے مواقع پر مشرکانہ رسوم کا رواج تھا، میتوں کے ماحول میں غیر مسلموں میں رائج طریقوں کو اختیار کیا جاتا تھا، عام طور پر کفن دفن کے بعد تیجے، دسویں، بیسویں یا چالیسویں پر شادیوں کے کھانے کی طرح کھانوں کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ ہولی اور دیوالی کے تیوہاروں میں جاہل مسلمان بھی حصہ لیتے تھے بلکہ ہولی وغیرہ میں انھیں کے ساتھ مل کے ان کے تیوہاروں میں شریک ہوتے تھے۔ روحانی علاج کے لیے مسلم خواتین پنڈتوں اور ڈھکوسلے بازوں کے پاس جاکر ان سے غیر اسلامی طریقوں سے علاج کراتی تھیں۔ مساجد میں قرآنِ عظیم غلط پڑھنے والوں کی کثرت تھی، اسی طرح مزاروں پر جاہل مجاور غیر شرعی حرکتوں میں ملوث رہتے تھے۔ اَن پڑھ پیر بھی گھروں میں ڈیرے ڈال لیتے تھے، جو نمازوں سے دور رہ کر طرح طرح کی غیر شرعی حرکتیں کرتے تھے، غیر محرم خواتین کو بلاتے، مصافحے کرتے، گلوں اور سینوں میں دم کرتے، وقتِ ضرورت ہاتھ پیر بھی دبواتے الخ۔ اگر کوئی مسائل بتا کر سمجھانے کی کوشش کرتا تو اسے یہ کہہ کر ذلیل و رسوا کرتے کہ یہ دیکھو نیا مسئلہ لے کر آیا ہے ہمارے تو باپ دادا سے یہی چلا آرہا ہے۔ اصلاحِ حال کے باوجود اگر چہ یہ تمام خرافات مکمل ختم نہیں ہوئی ہیں ان میں کی بہت سی برائیاں آج بھی موجود ہیں مگر حضرت مفتیِ اعظم مندسور نے پیہم محنت کر کے بہت کچھ اصلاح فرمائی ہے۔ حضرت مفتیِ اعظم مندسور تو دنیا چھوڑ کر چلے گئے مگر ان کے تلامذہ اور تربیت یافتہ کثیر افراد اب موجود ہیں جو صلاح و فلاح کے جذبے کے ساتھ میدان میں موجود ہیں اور وقتِ ضرورت طاقت کا استعمال بھی کر سکتے ہیں۔

دوسری جانب بد اعتقادی کی وبا بھی اپنے بال و پر نکال رہی تھی، کلمہ اور نماز کے نام پر یہ تبلیغی دنیا کے ہر گوشے میں پہنچ جاتے ہیں بقول حضرت مولانا محمد یوسف مصباحی:

> "دوسری جانب باطل فرقے نہایت خفیہ طریقے سے سادہ لوح عوام میں نماز روزے کے نام سے اپنے مذموم عقائد کی نشر و اشاعت میں سرگرم تھے اور تبلیغی جماعت منصوبہ بندی کے ساتھ اہلِ ثروت میں اپنی پیٹھ مضبوط بنانے میں کوشاں تھی۔"
>
> (ضیائے گلشنِ طیبہ، ص:29)

مندسور کے یہ افسوس ناک حالات تھے، اہلِ سنت کے سماجی اور گھریلو احوال بھی آپ نے سماعت فرمائے، دوسری جانب بد عقیدوں اور تبلیغیوں نے بڑی چابک دستی سے مندسور کے اہلِ ثروت اور سینوں

mubarakmisbahi@gmail.com

کو اپنا حامی بنانا شروع کر دیا تھا، خاص بات یہ ہے کہ مندسور میں کچھ بوہرے بھی ہیں اور ایک طبقہ مداریوں کا بھی ہے۔ یہ لوگ حضرت حضرت شاہ بدیع الدین زندہ شاہ مدار علیہ الرحمۃ والرضوان کو خوب مانتے ہیں۔ مداریوں سے علمائے اہلِ سنت کے چند صوفیانہ مسائل میں اختلافات ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے ان لوگوں کو بھی سمجھانے کی بھرپور کوشش فرمائی اور ماشاءاللہ کسی حد تک کامیابی بھی ملی۔ حضرت مفتیِ اعظم مندسور نے تمام احوال کا تجزیاتی جائزہ لیا اور تعلیمی، تربیتی اور ذہن سازی کا کام شروع کر دیا، اس سلسلہ میں تین رُخ پر کام شروع کیا گیا۔

اصلاح کا پہلا رُخ:

دن میں مندسور کے مختلف مکاتب میں بچوں کی تعلیم و تربیت فرماتے، یہ ایک سچائی ہے کہ چھوٹے بچے ہی کسی قوم کا مستقبل ہوتے ہیں۔ اگر کوئی قوم کا ہمدرد اور باصلاحیت مفتی بچوں کو تعلیم و تربیت سے آراستہ کرے گا تو وہ صرف کتابیں ہی نہیں پڑھائے گا بلکہ اس دور اندیش کی نگاہ میں سماج کے اہم مسائل بھی ہوں گے کہ پانی کہاں کہاں مر رہا ہے۔ آپ ایک دردمند داعی تھے، آپ ایک مخلص استاذ و مربی تھے۔ طلبہ کی اصلاح بھی فرماتے تھے، آپ فرماتے تھے کہ اے بچو! نماز پابندی سے پڑھا کرو، ماں باپ کا ادب و احترام کیا کرو، گھر اور محلے کے بڑوں کی تعظیم کیا کرو، انھیں سلام کرنا اور ان سے مصافحہ کرنا بھی سنت ہے۔ وہ اگر کوئی حکم دیں تو ان کے حکم کی تعمیل کرنا چاہیے۔

آپ بچوں کی یہ بھی تفہیم فرماتے کہ عورتوں کو پردوں کا اہتمام کرنا چاہیے، پیر صاحب ہوں یا امام صاحب یا کسی مزار شریف کے مجاور خواتین سے ملنا چاہیں تو اہلِ خانہ آگے آئیں اور ان حضرات سے خود ملاقات کریں اور احوال دریافت کریں۔ وہ فرماتے تھے کہ عورتوں کو اپنے روحانی علاج کے لیے پنڈتوں اور بدنگاہ جعلی پیروں کے پاس بھی نہیں جانا چاہیے۔ کسی بھی سماج کے چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت اس طرح ہوگی تو بلاشبہ معاشرہ میں ایک خاموش صالح انقلاب آئے گا، جو باتیں بچوں کے ذہنوں میں نقش ہو جاتی ہیں وہ تا عمر باقی رہتی ہیں۔ ان کے خلاف وہ اپنے گھروں میں دیکھیں یا دوسروں کے گھروں میں، انھیں اپنے استاذ کی بات ضرور یاد آجاتی ہے۔ ہم سمجھ رہے ہیں کہ صد فیصد نہیں تو کم از کم پندرہ بیس فیصد بچوں کو تو آپ کے حکم کے موافق عمل کرنا ہی ہے۔ یہ سچ ہے کہ آج دنیا کا نفسیاتی جائزہ لیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اسرائیل، برطانیہ، امریکہ اور آر ایس ایس وغیرہ کسی بھی منصوبے کی تکمیل کے لیے طویل عرصہ قبل اپنی بنیادی مہم کا آغاز کرتے ہیں جس کے نتائج پچیس پچاس سال بعد ظاہر ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے دور ترقی میں یہ تمام جدوجہد طویل منصوبہ بندی کے ساتھ شروع ہوتی تھی اور ان کے حیرت انگیز نتائج بھی وسیع، ہمہ گیر اور دیرپا ہوتے تھے۔ مگر افسوس اب جب عام طور پر تنزلی ہمارا مقدر بن چکی ہے تو ہم بیانات دے دینے ہی کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں۔ یہ ہماری سوچ کی عجلت پسندی ہے۔ ہمیں دیرپا نتائج کے لیے اپنے ماضی کی تاریخ پر نظر ڈالنا ہوگی، ہم یہ نہیں کہتے کہ پوری قوم ہی یہ فکر و مزاج رکھتی ہے۔ منصوبہ بند طریقوں سے کام کرنے والی آج بھی مسلمانوں کی بہت سی تحریکیں ہیں۔ ہمیں خود بھی اس کی طرف بڑھنا چاہیے۔ ہمارے افراد و شخصیات کی بھی بہت سی مثالیں ہیں انھیں میں ایک مفتی اعظم مندسور کی شخصیت بھی تھی۔

اصلاح کا دوسرا رُخ:

حضرت نے مندسور کی سرزمین پر دوسرا اہم کام یہ شروع کیا کہ نمازِ عشا کے بعد "تعلیمِ بالغاں" کا سلسلہ شروع فرمایا، یہ حضرت کی کوئی معمولی سوچ نہیں تھی بلکہ اس کا بظاہر ایک فائدہ تو بڑوں میں تعلیم کا فروغ تھا مگر اس کا دوسرا بڑا اور مخفی فائدہ بڑوں کی ذہن سازی تھی۔ کوئی بھی اچھی بات ذہنوں میں اتارنے کے لیے مواقع اور اوقات کی ضرورت ہوتی ہے۔ تعلیمِ بالغاں کا مقصد تعلیم تو تھا مگر اصل مقصد ان کی ذہنی تربیت اور غلط راستے سے ہٹا کر نیک اور تعمیری راہ پر گامزن کرنا تھا۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس سلسلہ میں ہمارے مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ نے بڑی کامیابی حاصل فرمائی۔

حضرت مولانا بلال احمد نظامی اور حضرت مولانا محمد یوسف مصباحی نے اپنی مشترکہ تحریر عطا فرمائی ہے۔ قدرے تصرف کے ساتھ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

حضرت مفتی اعظم مندسور ملک کے بہت سے گوشوں میں دعوت و تبلیغ کے لیے تشریف لے جاتے اور دین و سنیت کے لیے ماحول سازگار فرماتے لیکن خصوصیت کے ساتھ آپ نے مندسور اور اس سے متّصل اضلاع کو نورِ علم سے روشن فرمایا۔ اس علاقے میں آج جو بھی دین و سنیت کی بہار ہے وہ حضرت ہی کی مرہونِ منت ہے۔ مندسور

کے مضافات میں ایک قوم ہے "اجمیری برادری" مالی اعتبار سے کسی حد تک خوش حال ہے، جب خوش حالی ہوتی ہے تو بے اعتدالیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہی حال اس برادری کا تھا، حضرت مفتی صاحب اور آپ کے تلامذہ کی کاوشوں سے یہ برادری ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئی اور شادی، موت اور چہلم وغیرہ کے مواقع پر جو غیر شرعی امور ہوتے تھے ان سب کو ترک کر دیا۔ شادیوں کی فضول خرچیوں سے بچتے ہوئے اجتماعی شادی کو رواج دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برادری کا ہر فرد اجتماعی شادی ہی میں اپنے بچوں کا نکاح کرواتا ہے۔ اسی طرح ایک "ملتانی برادری" ہے اس کو بھی آپ ایک پلیٹ فارم پر لے آئے اور تمام خرافات کا سدباب کروا کر شرعی طریقے کو رواج دیا۔ سچی بات یہ ہے کہ مندسور اور مضافات میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی کاوشوں نے دین وسنیت اور شریعت کے لحاظ سے ایک انقلاب برپا کر دیا۔

مندسور، مضافات اور متصل اضلاع میں عام طور پر جو ادارے اور مکاتب قائم ہیں وہ حضرت مفتی صاحب کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔

اصلاح کا تیسرا رُخ:

تیسری اہم اور بنیادی کوشش تھی میلاد النبی ﷺ کی نورانی محفلوں اور جلسوں میں سنجیدہ اور تعمیری خطابات فرمائے۔ ان کا فائدہ یہ ہوا کہ ان خطابات سے سماج کے ہر طبقے کی ذہن سازی ہوئی، یقیناً میلاد النبی ﷺ کی محفلوں میں اہلِ سنت کا ہر طبقہ استفادہ کرتا ہے۔ بچے، جوان اور بوڑھے ان میں مردوں ہی کی تخصیص نہیں بلکہ عورتیں مردوں سے کہیں زیادہ استفادہ کرتی ہیں اور اگر میلاد النبی ﷺ میں خطاب کرنے والے کا نقطۂ نظر ہی عظمتِ رسول ﷺ کا بیان کرنا ہو، اسی کے ساتھ معاشرے کے ہر فرد کو اسلامی طریقوں اور سنتوں پر عمل کرنے کا عادی بنانا ہو تو ماشاء اللہ تعالیٰ اس کے ثمرات ہی حیرت انگیز اور نتیجہ خیز سامنے آتے ہیں۔

حضرت مفتیِ اعظم مندسور نے یہ تمام کام ریاکاری اور شہرت و ناموری کے لیے نہیں بلکہ اخلاص و للّٰہیت کے ساتھ سرانجام دیئے، اسی کے ساتھ آپ نے تبلیغی بدعقیدوں کی تردید بھی بھرپور دلائل کے ساتھ فرمائی، حق اور سچ یہی ہے کہ آپ قرآن واحادیث اور سیرت النبی ﷺ کے ناقابلِ شکست دلائل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کا عالم غیب ہونا، صاحبِ اختیار ہونا اور آج بھی گنبدِ خضریٰ میں تصرف فرمانا ثابت کر دیں تو آپ اپنے سامعین کے سامنے منکرین عظمتِ مصطفیٰ کا ذکر نہ کریں جب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا مگر ہمارے مفتی اعظم مندسور دونوں ہی امور بہ خوبی انجام دیتے تھے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر سامعین کو یہ معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں کے لباس میں کچھ گندم نما جو فروش بھی رہتے ہیں تو وہ ان سے پہلے ہی بیزار رہیں گے۔ ہمارے اکابر علما اور مشائخ نے دونوں رُخ پر بھرپور توجہ فرمائی ہے اور عقلمند کا کوئی عمل فکر و تدبر سے خالی نہیں ہوتا۔

حضرت مفتیِ اعظم مندسور نے مسلسل چھ برس کا زمانہ ذہنوں کی زمین تیار کرنے میں صرف فرمایا اس دوران چھ ماہ یا اس سے کچھ زائد عرصہ مندسور کی مدینہ مسجد میں امامت و خطابت کے فرائض بھی انجام دیے۔ آپ فطری طور پر مزاج کے سخی اور حسنِ اخلاق کے بھی قوی تھے اب آپ کو یقین ہو گیا کہ اب دلوں کی زمین زرخیزی کے لیے تیار ہو چکی ہیں تو آپ نے ایک باضابطہ مدرسہ تعمیر کرنے کا منصوبہ پیش فرمایا۔

خواجہ غریب نواز کے دربار سے گلشنِ طیبہ...

آپ کی بلند اخلاقی کی اور فیاض مزاجی کی وجہ سے کافی حضرات آپ کے قریب ہو گئے تھے، آپ کے پاس اگر کچھ ہوتا تو ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری فرما دیتے بصورت دیگر حکمتِ عملی سے ان کی پریشانیوں کا مداوا فرما دیتے، آپ کی تعلیم و تربیت سے بھی بہت سے لوگ متاثر تھے، 6/برس کے بعد آپ نے ایک دینی ادارہ کا منصوبہ اپنے متعلقین کے سامنے رکھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر لوگ مخالفت کرنے لگے مگر چند دیوانے جو واقعی سچے دیوانے تھے انھوں نے زبردست حمایت کی، آپ بھی اپنے عزم کے پہاڑ تھے آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور رسول پاک ﷺ کی سراپا رحمت پر مکمل اعتماد کیا اور چند اہلِ خیر کو لے کر آپ سلطان الہند خواجۂ خواجگاں حضرت سید خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ کی بارگاہ میں عرضی لگانے کے لیے نکل پڑے۔ اب آپ خود اندازہ لگائیں اس وقت حضرت مفتیِ اعظم مندسور کے اضطراب کا عالم کتنا دیدنی ہوگا۔ جب دینی مقصد کی حاجت روائی کے لیے دربارِ خواجہ غریب نواز میں بھکاری بن کر کھڑا ہوگا، اپنی مضطربانہ کیفیت کے ساتھ یا خواجہ غریب نواز! یا خواجہ غریب نواز! کی صدائیں لگا رہا ہوگا۔ ان کے وسیلے سے خدا کی بارگاہ میں دُہائی لگا رہا ہوگا، مقصد ذاتی نہیں، بس اللہ تعالیٰ کے محبوب

کے محبوب شہر کے نام سے ”گلشن طیبہ“ آباد کرنے کی عرضی تھی۔ اللہ اللہ کتنا نورانی اور عرفانی منظر ہوگا، وجد و کیف میں ڈوب کر گلشنِ طیبہ کے قیام اور اس سے دین وسنیت کی نشر واشاعت کے لیے عرضی لگارہا ہوگا، اور ساتھ ہی چند مخلص بھکاری بھی کھڑے تھے جو اس کی رقت خیز دعا پر آمین! آمین! کی مسلسل صدا لگارہے ہوں گے۔ کوئی مانے یا نہ مانے اللہ والوں کے وسیلے سے ملتا ضرور ہے۔

خیر یہ قافلۂ شوق سرکار غریب نواز کی بارگاہ میں عرضی لگا کر سنگِ مرمر کے کانوں کی نگری مکرانہ پہنچا، حضرت مفتیِ صاحب نے مختصر روداد اجمیر سناتے ہوئے مندسور کی سرزمین پر ایک دینی قلعہ کھڑا کرنے کا عزم رکھا تو وہاں کے اہلِ ثروت نے امیدوں سے کہیں زیادہ تعاون کیا، آپ اپنے احباب کے ایک شناسا کے گھر پہنچے، حضرت نے اپنے آنے کا منصوبہ رکھا، اس نے اپنی مسرت کا اظہار کیا اور اپنے کاروباری احباب سے فون پر بات کر کے معتد بہ رسیدیں کٹالیں اور جیب خاص سے سب کا پیمنٹ کر دیا۔ یہ قافلہ کشن گڑھ ٹھہرتے ہوئے پھر خواجہ غریب نواز نور اللہ مرقدہ کی بارگاہ میں ہدیۂ تشکر پیش کرنے کے لیے حاضر ہوا، جی بھر کے دعائیں کیں اور عقیدت مندانہ سلام پیش کیا، بھیلواڑہ اور ساوا ہوتے ہوئے اپنے شہر مندسور تشریف لایا۔

گلشنِ طیبہ کا عارضی اہتمام اور خصوصی تعاون:

جب یہ نورانی قافلہ غریب نواز قدس سرہ کے دربار سے بھیک مانگ کر واپس ہوا تو مندسور کی سرزمین پر ایک اور فیضانِ خواجہ کا دیدار ہوا، یعنی خطیب البراہین حضرت علامہ شاہ صوفی محمد نظام الدین محدث بستوی کی زیارت ہوگئی، آپ کسی پروگرام کے تعلق سے تشریف لائے تھے مگر سچی بات یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے گلشنِ طیبہ کے تعاون اور دعا دینے کے لیے یہاں جلوہ گر کر دیا تھا، جب آپ کے سامنے مدرسہ کا منصوبہ پیش کیا تو مسرتوں کا اظہار فرمایا۔ آپ نے اپنی جیب سے پانچ ہزار روپے عنایت فرمائے اور اپنے شاگرد رشید مفتیِ اعظم مندسور کو ڈھیر ساری دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔ ان حالات نے حضرت مفتی صاحب کو اپنے عزم وارادے میں اور مستحکم کر دیا، اب مفتی صاحب کو فکر دامن گیر ہوئی بر وقت عمارت کی، آپ نے متعدد حضرات سے تذکرہ فرمایا کہ دینی ادارے کے قیام کے لیے ایک عمارت درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم بھی بندے کی سچی نیت اور مستحکم عزم کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اب اس کے بعد کی حوصلہ افزا داستان حضرت مولانا محمد یوسف مصباحی کے قلم سے پڑھیے۔ آپ لکھتے ہیں:

> ”ادھر مفتی صاحب قبلہ طلبائے دین کی رہائش کے لیے کوئی معقول جگہ کی تلاش میں تھے۔ جب اس بابت اس وقت کے مندسور انجمن اسلام کے صدر عالی جناب مموں خاں صاحب کو علم ہوا توانھوں نے نیک نیتی سے انجمن کے جملہ ممبران کو بلا کر میٹنگ کی اور انوار العلوم مانٹیسری اسکول کی بلڈنگ سے متّصل ایک قدیم شکستہ بے رنگ و روغن مسافر خانہ کی عمارت کو اس شرط پر دیا کہ اس عمارت کو مفتی صاحب قبلہ اپنے حساب سے درست کر کے جب تک آپ چاہیں اسے دینی ادارے کے طور پر استعمال کریں، اس معاملے میں انجمن یا کسی کمیٹی کو قطعی دخل اندازی کا حق حاصل نہ ہوگا اور انجمن کمیٹی ہر سال 15000/ ہزار روپے سالانہ ادارے کا تعاون کرے گی، جب آپ خالی کرنا چاہیں تو جو کچھ اس عمارت کی تعمیر نو اور رکھ رکھاؤ میں خرچ ہوا اس کا معاوضہ موجودہ وقت کے لحاظ سے انجمن اسلام کی باڈی اسے ادا کرے گی۔“ (ضیائے گلشنِ طیبہ، ص:31)

انجمن اسلام مندسور کے خصوصی تعاون سے ادارہ اسی مسافر خانے میں شروع ہوگیا اور تعلیم و تربیت کا کارواں آگے بڑھنے لگا مگر یہ ایک عارضی اہتمام تھا۔

دار العلوم گلشنِ طیبہ مندسور کا سنگِ بنیاد:

جب مندسور میں ادارہ شروع ہوگیا اب باضابطہ دار العلوم گلشنِ طیبہ مندسور مدھیہ پردیش کی اپنی تعمیر کی جدوجہد شروع ہوگئی، اس اہم مقصد کے لیے علمائے کرام اور قرب و جوار کے اہلِ خیر حضرات نے

آپ کا بھرپور ساتھ دیا اس عظیم درسگاہ کا سنگ بنیاد 6 اپریل 1990ء میں رکھا گیا۔ حسب ذیل بزرگوں نے خصوصی سنگ بنیاد کی تاریخی تقریب میں شرکت فرمائی:

(1)- مجاہدِ دوراں حضرت سید شاہ مظفر (میاں) حسین اشرفی جیلانی، کچھوچھوی، سابق ایم. پی. علیہ الرحمۃ والرضوان (م: 11/ نومبر 1997ء)

(2)- خطیب البراہین فاضلِ اشرفیہ حضرت علامہ شاہ صوفی محمد نظام الدین قادری برکاتی قدس سرہ العزیز۔

(3)- مخدوم گرامی وقار حضرت مولانا نور محمد قادری براؤنی علیہ الرحمۃ۔

حضرت مفتیِ اعظم مندسور اپنی خودنوشت میں تحریر فرماتے ہیں:

"25 اگست 1980ء میں مندسور آیا۔ ہمہ اقسام کے نشیب و فراز سے گزرتا ہوا 6 اپریل 1990ء میں ذاتی کسب و کمائی سے دار العلوم گلشنِ طیبہ مندسور کا سنگ بنیاد بدست حضور مجاہدِ دوراں سید صاحب اور حضور خطیب البراہین حضرت صوفی محمد نظام الدین صاحب اور مخدوم گرامی حضرت مولانا نور محمد صاحب قبلہ براؤنی کے رکھا گیا جواب تک الحمدللہ جاری وساری ہے، یہ اور بات ہے کہ رضوی فکر و نظر کے مخالفین سے اب تک الجھنا پڑ رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ دار العلوم کی دوسری عمارت تقریباً 22 کمروں دو منزلہ کی صورت میں تیار کرنی پڑی، اس عمارت کے قائم ہونے سے رضوی نظریات کی اشاعت میں قدرے آسانی ہوگی۔

[یہاں رضوی مخالفین سے مراد برکاتی یا اشرفی نہیں بلکہ مداری ہیں ورنہ مجاہدِ دوراں تو خود سادات کچھوچھہ مقدسہ کے چشم و چراغ ہیں، حالاں کہ آپ سب سے پیش پیش تھے۔ از: مرتب]

حضرت مفتیِ اعظم مندسور مزید تحریر فرماتے ہیں:

"اس کے علاوہ دار العلوم غریب نواز مالیہ کھیڑی، دارالعلوم معینیہ بادہ کھیڑی، دار العلوم قادریہ نظام الاسلام منڈی گیٹ مندسور، دار العلوم گلشنِ خواجہ اسٹیشن روڈ مندسور، دار العلوم مناسا اور ابھی حال میں 2 اپریل 2012ء کو گلشن مالوہ دار العلوم حمیدیہ شام گڑھ قائم کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے، دار العلوم گلشنِ اعلیٰ حضرت مدار پورہ مندسور قائم ہو کر تعلیمی خدمات میں منہمک ہے۔"

حضرت مفتیِ اعظم مندسور کی خدمات کا دائرہ انتہائی وسیع ہے، آپ کے جاری کردہ علمی چشمے مسلسل جاری رہیں، اب ہم گلشن طیبہ مندسور کے سرپرست اعلیٰ مجاہدِ دوراں حضرت سید مظفر حسین میاں کچھوچھوی سابق ایم پی پر مختصر انداز میں کچھ لکھنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

مجاہدِ دوراں سید مظفر میاں کچھوچھوی:

خانقاہ عالیہ چشتیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ صدیوں سے فیوض و برکات کا موجزن سمندر ہے، اس کے بانی تارک سلطنت غوث العالم سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی قدس سرہ العزیز نے اس مقدس روحانی خانقاہ کا آغاز فرمایا، آپ غوث العالم، عظیم محقق اور کثیر کتب کے مصنف ہیں۔ آپ کے کشف و کرامات کے بے شمار حیرت انگیز واقعات زبان زد خاص وعام ہیں۔ آپ کے کثیر باکمال خلفا تھے۔ آپ کے پہلے جانشین آپ کی خالہ زاد بہن کے فرزند ارجمند عارف باللہ سید عبدالرزاق نور العین اشرفی جیلانی قدس سرہ ہوئے، یہ حضرت سید غوثِ اعظم جیلانی بغدادی قدس سرہ کی اولاد سے ہیں، آپ کی اولاد ہی در اصل کچھوچھہ مقدسہ اور دیارِ ہند کے دیگر علاقوں میں پائی جاتی ہے اور ساری اولاد حضور غوث العالم سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی روحانی اولاد کے نام سے متعارف ہے اور واقعہ بھی یہی ہے۔

مجاہدِ دوراں حضرت علامہ سید مظفر (میاں) حسین اشرفی جیلانی کچھوچھوی قدس سرہ العزیز (م: 1997ء) بھی اسی مقدس روحانی خاندان کے چشم وچراغ تھے، ولادت باسعادت سالکِ طریقت حضرت سید شاہ اشرف حسین اشرفی قدس سرہ کے گھر ہوئی، والدِ گرامی کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اٹھا گیا تھا، محترمہ والدہ ماجدہ علیہا الرحمہ نے آپ کی تربیت فرمائی۔ ان دنوں معاشی مشکلات کا سامنا رہا۔ والدہ ماجدہ سیدہ، نیک سیرت اور بلند حوصلہ تھیں۔ آپ کی تعلیم و تربیت الجامعۃ الاشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ اس کے بعد جامعہ عربیہ ناگ پور اور اس کے بعد جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں ہوئی، آپ کے اساتذۂ کرام آپ سے حد درجہ محبت فرماتے تھے۔ مفسر قرآن صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ نے آپ پر بے پناہ نوازش فرمائی، آپ سب سے پہلے 1962ء میں مراد آباد حلقے سے انتخاب لڑ کر ایم پی ہوئے،

آپ حسنی اور حسینی سید تھے، فاضل جلیل اور بلاشبہ مجاہد دوراں تھے، حق گو اور عزم و ہمت کے شیر تھے۔ پارلیمنٹ میں مسلم مسائل

ہوں یا وطنی معاملات میں کھل کر بولتے تھے، ایک بار کسی حساس مسئلے پر آپ نے پارلیمنٹ میں خطاب فرمایا، لب و لہجہ جذباتی اور خطیبانہ ہوتا تھا، آپ کے خطاب نے پارلیمنٹ کا رخ بدل دیا مگر ایک مسلم لیڈر اپنے سیاسی آقاؤں کی خوشنودی کے لیے آپ کی تردید کرنے لگے۔ آپ واقعی مرد مجاہد تھے، اپنے پیر سے جوتا نکالا اور اس مسلم لیڈر کو زور سے مار دیا، خیر اس کا کام تو ہو گیا مگر بعد میں آپ کو دس ماہ تک جیل میں رہنا پڑا۔

6 دسمبر 1992ء کو آر ایس ایس اور ہندو شدت پسند تنظیموں نے بابری مسجد شہید کر دی اس کے بعد ملک کے جو حالات ہوئے وہ سب جانتے ہیں۔ 9 جنوری 1993 میں علما اور مسلم قائدین کی میٹنگ ہوئی جس میں اتفاق رائے سے یہ طے پایا کہ ایک وفد وزیر اعظم نرسمہا راؤ سے ملاقات کرے۔ خیر تمام مراحل سے گزر کر ایک وفد نرسمہا راؤ کے سامنے پہنچ گیا۔ وزیر اعظم مسٹر نرسمہا راؤ نے کہا ”مجھے افسوس ہے کہ ایسا سانحہ پیش آیا بھاجپا نے مجھے دھوکا دیا“ ان کی حیلہ سازی اور غیر واقعی گفتگو پر سب لوگ خاموش تماشائی بنے رہے، مگر ان میں ایک مجاہد دوراں بھی تھے، آپ کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا: آپ تو یہ کہہ کر جان بچانے کی فکر میں ہیں: بھاجپا نے مجھے دھوکہ دیا، لیکن آپ کو اس کی کوئی فکر نہیں کی ہندوستان کے بیس کروڑ مسلمانوں کو آپ نے دھوکا دیا، اب آپ کو جواب دینا ہوگا، آپ وعدہ خلاف ہیں، آپ نے مسجد کی حفاظت کا وعدہ کیا اور مسجد شہید کر دی گئی۔

زندگی بھر سیاسی اور ملی سرگرمیاں جاری رکھیں، آپ عظیم شاعر اور بلند پایہ خطیب بھی تھے۔ ہم نے آپ سے متعدّد بار ملاقاتوں کا شرف حاصل کیا ہے۔ جو عزم و ہمت اور مجاہدانہ جرأت ہم نے آپ کے خطابات میں دیکھی سچی بات یہ ہے کہ کم از کم ہماری نظر سے کوئی اتنی بلند ہمت اور جرأت مند شخصیت نہیں گزری۔

آپ نے باضابطہ نہ کوئی ادارہ بنایا اور نہ کوئی تحریک شروع فرمائی، مگر ہر معیاری ادارے اور پر عزم تحریک کا ہمدرد اور معاون بن جاتے تھے۔ لکھنؤ کا دار العلوم وارثیہ، گومتی نگر ہو یا دار العلوم اسحاقیہ جودھ پور یا دار العلوم گلشن طیبہ مند سور (ایم پی) وغیرہ اداروں کے معاون و سرپرست رہے۔ سید عبد اللہ بخاری امام شاہی جامع مسجد دہلی سے آپ کے گہرے تعلقات تھے، یہ آپ ہی کی مجاہدانہ جواں مردی کا کمال تھا کہ 12/ ربیع الاول شریف کے موقع پر جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر صلاۃ وسلام پڑھوا دیا، جب تک آپ باحیات رہے خطاب آپ ہی کا ہوتا رہا اور صلاۃ و سلام کا روحانی منظر بھی سامعین دیکھتے اور شریک ہوتے رہے۔

اب ہم آپ کے چند اشعار نقل کرتے ہیں:

مجاہد بن کے رہنا شانِ خود داری سمجھتا ہوں
برائے دین جاں دینا وفاداری سمجھتا ہوں
ضرورت پھر سے ہے ملت کو ہمارے قطرۂ خوں کی
اور اس سے باز رہنا دیں سے غداری سمجھتا ہوں

یہ انقلابی رنگ بھی ملاحظہ فرمائیے:

جلی تو شمع آزادی شبستاں ہو گیا روشن
مگر یہ بھی تو ہو معلوم پروانوں پہ کیا گزری
گراؤ برق، ڈھاؤ آشیاں توڑو ستم لیکن
مرے ایوان کی تعمیرِ محکم ہوتی جاتی ہے

آپ ایک انقلاب آفریں اور خود دار مرد میداں تھے۔ آپ مند سور سال میں دو تین بار ضرور تشریف لاتے مگر دستار بندی کے اجلاس میں پہنچنا ضروری ہوتا تھا۔ آپ نے جی جان سے دار العلوم گلشنِ طیبہ کی حمایت اور سرپرستی فرمائی۔ ایک بار اجلاس عام میں آپ نے فرمایا:

”اس ادارے کو میں نے گود میں لے کر پرورش کی ہے، جو اس سے رشتہ رکھے اور لوگوں کو جوڑے اللہ تعالیٰ اسے جوڑے اور جو اسے توڑے اللہ تعالیٰ اسے توڑے۔“

حضور مجاہدِ دوراں مند سور والوں کے لیے دینی پیشوائی کے ساتھ دنیاوی معاملات میں بھی حرفِ آخر کی حیثیت رکھتے تھے۔ مند سور کے سنی مسلمانوں کا یہ رویہ تھا کہ کتنا بھی شدید اختلاف ہو اگر مجاہدِ دوراں نے فیصلہ فرما دیا تو نہ صرف خاموش ہو جاتے بلکہ دلوں کے شبہات دور کر کے سب مان بھی لیتے۔ آپ نے دار العلوم گلشنِ طیبہ اور حضرت مفتیِ اعظم مند سور کا بھی بہت ساتھ دیا۔ حضرت مفتیِ اعظم مند سور نے ایک اجلاس کی روداد سناتے ہوئے ارشاد فرمایا:

1993ء میں جلسۂ دستار بندی کے موقع پر دو روزہ اجلاس میں مجاہد دوراں کے ساتھ حضور خطیب البراہین علامہ صوفی محمد نظام الدین قبلہ محدث بستوی علیہ الرحمۃ اور جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ علامہ اختر رضا ازہری میاں کی تشریف آوری ہوئی۔ اجلاس کے پہلے دن حضور ازہری میاں کسی عذر شرعی کے سبب رونق اسٹیج نہ ہو سکے اور دوسرے دن ایسی ہی صورت پیش آنے کا خدشہ تھا۔ دور دراز سے

آنے والے کثیر حضرات مضطرب و بے چین تھے، جلسے کے خراب ہونے کے قوی امکانات تھے، میں نے سارے حالات اپنے کرم فرما حضور مجاہد دوراں کے گوش گزار کر دیے، مجاہد دوراں اسی وقت تاج الشریعہ کی قیام گاہ پہنچے دونوں بزرگوں میں تخلیہ میں مختصر گفتگو ہوئی، اور تاج الشریعہ اسی دم تیار ہو کر اسٹیج پر جلوہ بار ہو گئے، اس وقت سامعین اپنی قسمت پر رشک کر رہے تھے کیوں کہ وقت کی تین اکابر ہستیوں کی ایک ساتھ زیارت کر رہے تھے اور ان کے علمی و روحانی برکات سے فیضیاب ہو رہے تھے۔ حضور خطیب البراہین نے آیت کریمہ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ الخ کے ماتحت مقام رسالت اور اختیارات مصطفیٰ ﷺ کے موضوع پر اعلیٰ حضرت کے اشعار پڑھ پڑھ کر خطاب فرمایا، حضور تاج الشریعہ نے بھی اسی آیت و موضوع پر زبردست نکات آفریں علمی اور فکری تقریر کی۔ آخر میں حضور مجاہد دوراں نے آیت مبارکہ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ، الخ کی روشنی میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے امور تکوینیہ میں تصرفات اور اختیارات پر مختلف فکری زاویے اور عملی گوشے پیش کیے۔ اس طرح حضور مجاہدِ دوراں ہی کی حکمت عملی سے یہ تاریخ ساز اور پیغام رساں اجلاس نہایت کامیاب رہا۔

حضور مجاہدِ دوراں خانوادۂ خانوادۂ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے نام ور مجاہد معروف سیاست داں اور مقبول ترین خطیب تھے۔ 1997ء میں آپ کا وصال پر ملال ہوا۔ ہم نے آپ کے وصال پر ملال پر تعزیتی اداریہ لکھا۔ دعا ہے مولا تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

غیر مسلم علاقے سے گلشنِ طیبہ کی منتقلی:

حضرت مفتی اعظم مندسور پر بھی طرح طرح کے الزامات عائد کیے گئے مگر آپ صدق و صفا کے پیکر اور عزمِ محکم کے بلند ہمت قائد تھے، علم و تقویٰ آپ کی رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔ بقول حضور حافظِ ملت "ہر مخالفت کا جواب کام ہے" آپ عزم کے ساتھ مسلسل آگے بڑھتے رہے اور پھر اہلِ مندسور نے آپ کو اپنا قائد و رہنما تسلیم کر لیا، اور آج مفتیِ اعظم مندسور کے نام سے ہر طرف متعارف ہیں۔

پہلے دارالعلوم گلشنِ طیبہ غیر مسلم علاقے میں تھا، 2009ء کے ابتدائی ایام میں فرقہ وارانہ ماحول شروع ہوا تو آپ نے مناسب سمجھا کہ ادارے کو مسلم علاقے میں منتقل کیا جائے، جگہ کی تلاش جاری تھی۔ خیر محلہ نارائن نگر مندسور میں زمین کی نشاندہی کی گئی، آپ نے باہم مشورے کے بعد بیعانے کی رقم دے دی اور تین ماہ میں مکمل رقم ادا کر کے رجسٹری کرانی تھی، اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی، عالی جناب سلیم بھائی سرپنچ گور کھیڑی والے کو معلوم ہوا، انھوں نے خود حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کی اور بطور قرض ایک لمبی رقم آپ کو دی اور اسی کے ساتھ یہ بھی کہا جب رقم کا انتظام ہو جائے آپ ادا کر دیں، گلشنِ طیبہ کے قدیم فارغین نے اپنے استاذ گرامی وقار کو خاصی رقم دی۔ یہ رقم حضرت مفتی صاحب کے مختلف تلامذہ نے بطور نذر پیش کی تھی نہ کہ بطور قرض، خیر اسی طرح دیگر احباب نے بھی تعاون فرمایا اور ٹھیک تین ماہ پر مکمل رقم ادا کر دی گئی اور رجسٹری کرالی گئی۔

محب گرامی مولانا محمد یوسف مصباحی کی تحریر ملاحظہ فرمائیے:

"ادارہ غیر مسلم علاقے میں واقع تھا 2009 کے اوائل میں فرقہ وارانہ کشیدگی ہوئی جس کے باعث مفتی صاحب قبلہ نے اس کو کسی مسلم محفوظ علاقے میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا، تتبع و تلاش کے بعد محل وقوع کے اعتبار سے نارائن نگر میں ایک قطعہ زمین کا انتخاب کیا اور بیعانہ کی رقم ادا کر دی تین ماہ میں مکمل رقم ادا کرنی تھی۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ کو اپنی ذاتی رقم کے علاوہ مزید کچھ روپیوں کی ضرورت تھی اس بابت عالی جناب سلیم بھائی سرپنچ گور کھیڑی والے کو معلوم ہوا تو انہوں نے بذات خود مفتی صاحب سے مل کر ہم حسب حیثیت امداد کرنے کی پیشکش کی، آپ نے بے حد دلی دعاؤں سے نوازتے ہوئے قرض کی شرط پر ان کی پیشکش کو قبول کیا، سلیم بھائی سرپنچ نے قرض کے طور پر ایک خطیر رقم یہ کہہ کر مفتی صاحب کے سپرد کر دی جب آپ چاہیں لوٹائیں۔ ادھر تنظیم ابنائے قدیم یعنی وہ چند پرانے فارغ التحصیل طلبہ جن کو گلشن طیبہ نے علم و فن سے آراستہ کر کے ان کی زندگی کو تابناک بنایا تھا انہوں نے اس موقع پر اپنی خوش بختی تصور کرتے ہوئے اپنے مشفق و محسن استاد کی بارگاہ میں طاقت کے مطابق جیب خاص سے بغیر کسی مطالبے کے کچھ رقم پیش کی۔

الحمد للہ اس طرح بغیر کسی تعاون غیر کے تین ماہ میں مکمل زمین کی رقم ادا ہوئی اور رجسٹری حضرت مفتی صاحب قبلہ کے نام ہو گئی۔"

علمی حیثیت اور تدریسی خصوصیات:

آپ ایک کامیاب اور ذہین ترین استاد تھے آپ کے تلامذہ کی تعداد

کثیر ہے آپ اپنے تلامذہ سے ان کے محبین اہلِ خانہ کی طرح محبت فرماتے تھے، ملت کا سوزدروں جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا آپ اپنے تلامذہ میں بھی پیدا فرمادیتے تھے

حضرت مفتی اعظم مند سور نے دارالعلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع بستی میں علوم وفنون کی دولت حاصل کی تھی، ایک سے ایک یکتائے روز گار اساتذہ تھے خاص طور پر حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین محدث بستوی جیسی علمی اور روحانی شخصیت، آپ کی دین داری اور تقویٰ شعاری شاگردوں میں بھی منتقل ہوتی تھی، حضرت مفتی اعظم مند سور نے آپ سے آپ کی پوری حیات رابطہ برقرار رکھا، مند سور میں بھی دار العلوم گلشنِ طیبہ کے سنگ بنیاد سے پہلے اور آخر تک ان کی سر پرستی رہی ہے یعنی ان کا علمی اور روحانی فیضان جاری رہا، وقت ضرورت خصوصی دعا اور مالی تعاون سے بھی سرفراز فرمایا۔

حضرت مفتی اعظم مند سور ذہین، متحرک اور سنجیدہ شخصیت تھی آپ نے چار ماہ مہنداول اور چھ ماہ تک غازی پور کے ایک اہم ادارے دائرہ شاہ احمد شاہ قادریہ ٹیڑھی بازار، غازی پور میں تدریسی خدمات انجام دیں جہاں رہے نیک نام رہے اور محنت سے تدریسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد آپ پرتاپ گڑھ راجستھان میں رہے اور آخر میں مند سور ایم پی تشریف لے گئے تھے، چھ برس تک بڑی دانشمندی سے دن میں چھوٹے بچوں کو پڑھاتے اور رات تعلیم بالغاں کا اہتمام فرماتے، سماجی اصلاح میں وعظ و تقریر اور تعلیم و تربیت کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ آپ نے دارالعلوم گلشن طیبہ مند سور اور قرب و جوار میں متعدّد ادارے اور مساجد قائم فرمائیں، محنتی، جفاکش اور سخی مزاج تھے، ضرورت مندوں پر رقم بھی خرچ فرماتے اور حکمت عملی سے بھی محبین کے کام پورے فرماتے۔

دین وفقہ اور علوم اسلامیہ پر دسترس رکھتے تھے بقول حضرت مولانا محمد یوسف مصباحی: ”اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی فقاہت اور اصولی مہارت اور علمی لیاقت میں ملکہ عطا فرمایا“ آپ کا تدریس اور تربیت میں منفرد مقام تھا، ادارے کے ابتدائی دور میں باضابطہ درس نظامی کی کتابیں پڑھاتے تو اسباق دلوں میں اتار دیتے، حضرت مولانا محمد یوسف نظامی مصباحی اپنا مشاہدہ تحریر فرماتے ہیں:

”نحو وصرف کا باریک سے باریک تر مسئلہ فقہی کتابوں کے اہم جزئیات، کتب حدیث کا متن اور اس سے متعلق دیگر فنون کے اہم مسائل طلبہ کے ذہن نشین ہو جاتے، اور اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، نحوی کتابوں کی پیچیدہ عبارت اور مسائل پر آپ اعتراض قائم فرما کر پھر طلبہ سے اسے حل کراتے، حل نہ ہونے کی صورت میں آپ تشفی بخش جوابات عنایت فرماتے۔ آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ سالوں سے درس نظامی کی جس کتاب کو کھول کر نہ دیکھا ہو، اور انھی کتابوں میں سے کوئی کتاب پڑھانے کے لیے سامنے آتی تو آپ مختصر سے وقت میں مطالعہ فرما کر نہایت بلیغ اور موثر انداز میں پڑھاتے۔ آپ کے پاس پڑھتے وقت طلبہ اکتاہٹ محسوس نہیں کرتے بلکہ زیادہ سے زیادہ استفادے کی کوشش کرتے۔ آپ ابتدائی تدریسی دور میں جب غازی پور پڑھانے کے لیے تشریف لے گئے تو اوقات تعلیم کے علاوہ طلبہ آپ سے پڑھنے کے لیے آیا کرتے تھے اور آپ نہایت دل جمعی کے ساتھ پڑھایا کرتے تھے۔“ (ضیاے گلشنِ طیبہ، ص:26،27)

بلا شبہ آپ بلند اخلاق دور اندیش اور اعلیٰ مدرس تھے آپ کی کوشش یہ بھی ہوتی کی طلبہ ان کے ادارے سے اتر پردیش کی بڑی اور معیاری درس گاہوں میں جائیں اور اعلیٰ صلاحیتوں کے ساتھ دین و سنیت اور تعلیم وتربیت کی خدمات انجام دیں۔

تیرے علمی کارنامے بخشیں گے تجھ کو دوام
آبِ زریں سے لکھے گا کل مورخ تیرا نام
تونے نسل نو کو بخشا ہے شعورِ علم و فن
ہے تیری ذات گرامی لائق صد احترام

(جاری)

سلطان الہند خواجہ غریب نواز قدس سرہ دینی اور سماجی تعلیمات

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

مارچ 2021 کا عنوان	خلیفۂ راشد سید نا صدیق اکبر اور مسئلۂ ختم نبوت
اپریل 2021 کا عنوان	حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ

خدمتِ خلق اور شریعت و طریقت

تعلیمات خواجہ غریب نواز کی روشنی میں

مولانا شاہ نواز عالم مصباحی ازہری

برصغیر ہندو پاک میں صوفیہ کی تاریخ ایک ہزار سال سے زیادہ پرانی ہے۔ اس دوران یہاں مختلف سلسلوں کے صوفیہ نے امن و محبت اور بھائی چارہ کے پیغامات کو عام کیا اور انسان کو انسان کا بھائی بن کر رہنے کا درس دیا۔ صوفیاے کرام کی تعلیمات کا سب سے نمایاں حصہ ہوتا ہے خدمت خلق اور اس کام کے لیے انھوں نے اپنی خانقاہوں کا استعمال کیا۔ ان خانقاہوں میں لنگر کا رواج عام رہا ہے۔ وہ زمانہ جس میں غذائی قلت عام تھی اور لوگوں کو پیٹ بھرنے کے لیے کھانا تک ملنا مشکل ہوتا تھا صوفی اپنی خانقاہوں میں ہر روز ہزاروں افراد کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ بے شمار لوگ جو خانقاہ میں نہیں آسکتے تھے ان کے گھر پر کھانا بھیج دیا جاتا تھا اور جن لوگوں کے گھر دور تھے ان کے گھر راشن بھیج دیا جاتا۔ خدمت خلق کا طریقہ عام صوفیوں کا طریقہ تھا مگر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بہت زور دیا اور اسی غریب پروری کے سبب انھیں عوام نے "خواجہ غریب نواز" کے لقب سے پکارنا شروع کر دیا۔

خواجہ صاحب کی تعلیمات میں اگرچہ مختلف قسم کے سبق موجود ہیں مگر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے غریبوں کے امداد و تعاون پر کیونکہ صوفیہ کے نزدیک اللہ تک پہنچنے کا بہتر راستہ ہے اس کے بندوں کی خدمت کرنا۔ اللہ اپنے ایسے بندوں سے خوش ہوتا ہے جو اس کے بندوں کو خوش رکھتے ہیں۔ اللہ کو اپنی مخلوق سے بے حد پیار ہے۔ ایک ماں اپنے بچے سے جس قدر محبت کرتی ہے اس سے بہت زیادہ اللہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے، لہٰذا وہ ان لوگوں سے خوش ہوتا ہے جو اس کے بندوں سے محبت کرتے ہیں اور ان کی خدمت کرتے ہیں۔ صوفیہ کے یہاں بھی اس پر عمل پایا جاتا ہے۔ اللہ والوں کی خانقاہیں ہمیشہ بندگان خدا کے لیے کھلی رہتی تھیں اور یہاں سے ہر کوئی اپنے مسئلے کا حل پایا کرتا تھا۔

خواجہ معین الدین چشتی کا آستانہ بھی لوگوں کے لیے ہمیشہ پناہ گاہ بنا رہتا تھا اور اسی لیے آپ فرماتے ہیں:

"عاجزوں کی فریاد رسی، حاجت مندوں کی حاجت روائی، بھوکوں کو کھانا کھلانا، اس سے بڑھ کر کوئی نیک کام نہیں۔ (دلیل العارفین)

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس پیغام پر ہمیشہ عامل

رہے اور آپ کے اس پیغام کو آپ کے چاہنے والوں نے اپنے لیے حرز جاں بنالیا۔ آپ کی سیرت میں ملتا ہے کہ کسی کسان کی حاجت روائی کے لیے آپ نے اجمیر سے دلی کا سفر کیا۔ حالانکہ اس کے لیے آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ اگر خط لکھ دیتے تو کسان کا کام ہو سکتا تھا اور بادشاہ وقت اس کی مدد کر دیتا مگر غریب کسان کی تالیف قلب کے لیے اجمیر سے دلی کا سفر کیا۔ صوفیہ کے اس طریقۂ کار نے دنیا کا دل جیتا اور انھیں اخلاق کا عملی نمونہ بنایا۔ ان کے پیغامات صرف زبانی نہیں تھے بلکہ کرداروں کے ذریعے بھی انھوں نے وہی درس دیے جو اقوال وگفتار سے دیے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک خدمت خلق کی کیا اہمیت ہے اس کا اندازہ ان کے ایک قول سے ہوتا ہے۔

جس میں تین خصلتیں ہوں گی، وہ اس حقیقت کو جان لے کہ خدائے تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے۔ اول سخاوت دریا کی طرح۔ دوسری شفقت، آسمان کی طرح، تیسری خاکساری زمین کی طرح۔ فرمایا جس کسی نے نعمت پائی سخاوت سے پائی اور جو تقدم حاصل کرتا ہے۔ صفائے باطن سے حاصل کرتا ہے۔

نماز، روزہ، حج وزکوۃ کا حکم اللہ کی طرف سے دیا گیا ہے اور ان کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے مگر خدمت خلق کی اپنی فضیلت ہے اور آج کے دور میں اسی کی کمی ہے۔ مسجدوں میں نمازیوں کی بھیڑ نظر آتی ہے، رمضان میں روزہ رکھنے والے بھی کم نہیں ہیں اور حج کے وقت حاجیوں کی کثرت بھی دکھائی دیتی ہے مگر آج کے معاشرے میں اگر کمی نظر آتی ہے تو خدمت خلق کرنے والوں کی، اللہ کے بندوں کی غم گساری کرنے والوں کی اور اللہ کی مخلوقات سے اس کی رضا کے لے بے لوث محبت کرنے والوں کی۔

اللہ کے بندوں کی خدمت کرنا، ان کے دکھ درد میں کام آنا، بھوکوں کو کھانا کھلانا، ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرنا اور پریشان حال لوگوں کی پریشانی کو دور کرنا خواجہ غریب نواز کی زندگی کا مقصد تھا۔ اسے آپ نے اللہ کی رضا کا ذریعہ تھا۔ خود قرآن کریم اور سیرت نبوی میں بھی اسی کا حکم ملتا ہے مگر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج نمازی ملتے ہیں، حاجی ملتے ہیں، حج وزکاۃ ادا کرنے والے بھی ملتے ہیں مگر خدمت خلق کرنے والوں کی کمی ہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز کے بعد جو لوگ آپ کے نقش قدم پر چلنے والے تھے انھوں نے بھی آپ کے سبق کو یاد رکھا اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے رہے۔ اسی مقصد سے ان کے روحانی جانشینوں نے ملک بھر میں خانقاہیں قائم کیں اور خود کو پوری طرح خدمت خلق کے لیے وقف کر دیا۔ خواجہ غریب نواز نے خدمت خلق کا جو کام شروع کیا تھا وہ بعد کے دور میں بھی جاری رہا اور آپ کے مشن کو آگے بڑھانے والے اس پر عامل رہے۔ صوفیہ کے تذکرے بتاتے ہیں کہ آپ کے مریدین اور خلفا نے ملک بھر میں خانقاہیں قائم کیں لنگر شروع کیے اور عوام الناس کی فلاح کے کام کیے۔ خواب قطب الدین بختیار کاکی، حضرت حمید الدین ناگوری، بابا فرید الدین مسعود گنج شکر، محبوب الٰہی نظام الدین اولیا اور ان کے خلفاو مریدین نے عوامی فلاح کے جو کام کیے وہ اپنی مثال آپ ہیں اور عین خواجہ غریب نواز کی تعلیمات کے مطابق ہیں۔ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو اپنے خلفا کو خاص اسی کام کے لیے بنگال، دکن، گجرات اور مدھیہ پردیش وغیرہ کے علاقوں میں بھیجا تھا جہاں ان بزرگوں نے اس مشن کو آگے بڑھایا جس کے لیے حضرت خواجہ عثمان ہارونی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور دیگر صوفیا کوشاں رہتے تھے۔ آج خانقاہی نظام تقریباً ختم ہو چکا ہے اور جو ہے وہ زیادہ تر رسمی ہے مگر جن کاموں کی شروعات پہلے ہو چکی تھی اس کی جھلک آج بھی دیکھنے کو مل جاتی ہے۔ آج بھی خانقاہوں میں لنگر کا اہتمام کیا جاتا ہے جو اسی لنگر کی یاد ہے جو صوفیا کی خانقاہوں میں چلا کرتا تھا۔

چشتی سلسلے کے بزرگوں کے ملفوظات مکتوبات اور تذکروں میں خدمت خلق کا درس ہر دور میں رہا ہے اور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مجلسوں میں اس کو بار بار دہراتے رہتے تھے۔ آپ نے جو اپنے مرشد خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات جمع کیے ہیں ان میں مرشد کے حوالے سے حضرت خواجہ حسن بصری کی کتاب آثار الاولیا کا ایک حصہ نقل کیا ہے۔

”صدقہ ایک نور ہے، صدقہ جنت کی حوروں کا زیور ہے اور صدقہ 80 ہزار رکعت نماز سے بہتر ہے جو پڑھی جائے۔ صدقہ دینے والے روز حشر عرش کے سایے میں ہوں گے۔ جس نے موت سے قبل صدقہ دیا ہو گا وہ اللہ کی رحمت سے دور نہ ہو گا۔ پھر فرمایا صدقہ جنت کی راہ ہے جو صدقہ دیتا ہے وہ اللہ سے قریب ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ شریف زندنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا لنگر صبح سے رات گئے تک جاری رہتا، جو کوئی آتا کھانا کھا کر جاتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے اگر لنگر میں کچھ نہ ہو پانی سے تواضع کرو کوئی خالی نہ جائے۔

پھر فرمایا زمین بھی سخی آدمی پر فخر کرتی ہے، جب وہ چلتا ہے تو نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔(انیس الارواح ملفوظات خواجہ عثمان ہارونی مرتبہ خواجہ معین الدین چشتی)

صدقہ خدمت خلق کا ذریعہ ہے اور رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں اس کی خاص اہمیت رہی ہے۔ صوفیہ نے اس سنت پر عمل جاری رکھا اور کم سے کم اثاثے پر زندگی گزارنا قبول کیا۔ یہ بھی سلسلۂ طریقت میں موجود ہے مگر چشتی سلسلہ جو برصغیر ہندو پاک میں زیادہ پھیلا اس میں خدمت خلق پر خصوصی زور دیا گیا جو صدقہ کی ہی ایک صورت تھی۔ اسی لیے خدمت خلق سلسلہ چشتیہ میں صدیوں تک جاری رہا، خواجہ معین الدین چشتی نے اپنے مرشد کے کئی اقوال تحریر کیے ہیں جو خدمت خلق کے سلسلے میں ہیں۔ ایک مقام پر ہے:

"جب کوئی پیاسے کو پانی پلاتا ہے، اس وقت اس کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں، وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا ابھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو، اگر وہ مر جائے تو اس کا شمار شہدا میں ہوگا۔"

پھر فرمایا: جو بھوکے کو کھانا کھلائے اللہ اس کی ہزار حاجتوں کو پورا کرتا ہے اور جہنم کی آگ سے اسے آزاد کرتا ہے، اور جنت میں اس کے لیے ایک محل مخصوص کرتا ہے۔

ایک دوسری جگہ خواجہ عثمان ہارونی کا ہی قول درج ہے:

میں نے خواجہ مودود چشتی کی زبانی سنا کہ اللہ تعالی تین گروہوں کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے۔ پہلے وہ باہمت لوگ جو محنت کر کے اپنے کنبہ کو پالتے ہیں۔ دوسرے جو اپنے پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرتے ہیں اور وہ عورتیں جو اپنے شوہروں کا حکم مانتی ہیں۔ تیسرے وہ جو فقیروں اور عاجزوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

صوفیا کا ماننا تھا کہ اللہ تعالی، رحمٰن و رحیم ہے لہٰذا اس کی مخلوق کو بھی اس کی صفت رحمت کا مظہر ہونا چاہیے۔ وہ کریم ہے اور اپنے بندوں پر کرم فرماتا ہے۔ وہ محسن ہے اور اپنی مخلوقات پر احسان کرتا ہے وہ اپنی مخلوقات سے بے حد محبت کرتا ہے لہٰذا اس کی مخلوق کی خدمت کے ذریعے اس کی رضا کو پایا جا سکتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی خدمت سے خوش ہوتا ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور عرفان الٰہی:

شریعت کیا ہے اور طریقت کیا ہے؟ کیا کوئی شخص شریعت پر عمل سے آزاد ہو سکتا ہے؟ کیا عرفان الٰہی کے لیے شریعت پر عمل ضروری ہے؟ کیا طریقت تک رسائی کے بعد شریعت سے آزادی مل جاتی ہے؟ اس قسم کے سوال عام طور پر سننے کو مل جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں علما و صوفیا اور بزرگان دین نے بہت واضح جوابات دیے ہیں اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات میں بھی اس سلسلے میں وضاحت ملتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کوئی بھی شخص جو مسلمان ہونے کا دعوے دار ہو اور رسول اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین میں یقین رکھتا ہو، وہ جب تک ہوش و خرد میں ہے تب تک دین مصطفوی اور شریعت محمدی کی پیروی سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان علما میں سے تھے جن کا مقصد ہی شریعت محمدی کی دعوت دینا تھا اور اللہ کی زمین پر اللہ کے احکام کو رائج کرنا تھا۔ آپ کی اس دعوت کے نتیجے میں برصغیر میں اسلام کا پرچم لہرایا اور دین و احکام دین کا بول بالا ہوا۔

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات کہتی ہیں کہ طریقت، شریعت کا ہی حصہ ہے، اس سے الگ کوئی راہ نہیں۔ مومن کے لیے ہر حال میں اس پر عمل ضروری ہے اور نماز، روزہ، حج، زکات سمیت تمام احکام شریعت پر عمل لازمی ہے۔ یہی سبب ہے کہ خواجہ غریب نواز نے عبادت و ریاضت میں کثرت کی اور اہل ایمان کو ہر حال میں احکام شریعت پر عمل کرنے کا حکم دیا۔ آپ کے ملفوظات "دلیل العارفین" میں ایسے اہل اللہ کے واقعات بیان کیے گئے ہیں جنھوں نے نماز و عبادت میں خود کو اسی طرح مصروف رکھا کہ دنیا کے معاملات سے بے نیاز ہو گئے۔ "دلیل العارفین" میں ایک بزرگ شیخ اوحد الواحد غزنوی کا ذکر ہے، جن سے خواجہ صاحب دوران سفر ملک شام کے قریب کسی شہر کے باہر ایک غار میں ملے۔ یہ بزرگ عبادت الٰہی اور خشیت ربانی کی کثرت سے سوکھ کر خشک لکڑی کی طرح ہو گئے تھے اور جسم پر محض ہڈی اور جلد باقی بچی تھی۔ بزرگ نے خواجہ صاحب سے فرمایا کہ جب میں نماز ادا کرتا ہوں تو اپنے آپ کو دیکھ کر روتا ہوں کہ اگر ذرہ بھر شرط نماز ادا نہ ہوئی تو سب کچھ ضائع ہو جائے گا۔ اس وقت یہ طاعت میرے منہ پر دے ماریں گے۔ اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نماز اور احکام شریعت کی خواجہ صاحب اور ان کے ممدوحین کی نظر میں کیا اہمیت تھی۔ حالانکہ اس کے علاوہ بھی آپ کے ملفوظات میں جگہ جگہ نماز اور احکام دین پر عمل کی تاکید تی ہے۔

شریعت پر عمل کے بغیر چارہ نہیں:

خواجہ غریب نواز کی تعلیمات کہتی ہیں کہ شریعت پر عمل ہر حال

میں لازم ہے اور اس سے کسی بھی طرح نجات نہیں۔ اس تعلیم پر آپ کے بعد آپ کے جانشینوں نے عمل کیا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، بابا فرید الدین گنج شکر، محبوب الٰہی نظام الدین اولیا، خواجہ حسام الدین مانک پوری اور اس سلسلے کے دوسرے بزرگوں نے ہمیشہ اور ہر حال میں شریعت کے احکام پر عمل کیا۔ شریعت پر عمل کے بغیر طریقت کی منزل پر گامزن نہیں ہوا جاسکتا۔ چنانچہ دلیل العارفین میں خواجہ معین الدین چشتی کا قول درج ہے:

”راہ شریعت پر چلنے والوں کا شروع یہی ہے کہ جب لوگ شریعت میں ثابت قدم ہوجاتے ہیں اور شریعت کے فرمان بجالاتے ہیں اور ان کے بجالانے میں ذرہ بھر تجاوز نہیں کرتے تو اکثر وہ دوسرے مرتبے پر پہنچتے ہیں جسے طریقت کہتے ہیں۔ اس کے بعد جب مع شرائط طریقت میں ثابت قدم ہوتے ہیں اور تمام احکام شریعت بے کم و کاست بجالاتے ہیں تو معرفت کے درجے کو پہنچ جاتے ہیں، جب معرفت کو پہنچتے ہیں تو شاخت وشناسائی کا مقام آجاتا ہے۔ جب اس مقام پر بھی ثابت قدم ہو جاتے ہیں تو درجۂ حقیقت کو پہنچتے ہیں۔ اس مرتبے پر پہنچ کر جو بھی طلب کرتے ہیں پالیتے ہیں۔

عارف کون ہے؟

تصوف نام ہے عرفان خداوندی کے راستے کا اور اس راستے پر چلنے والوں کو ہی صوفی یا عارف کہا جاتا ہے۔ راہِ تصوف و عرفان کے راہی اپنے خالق ومالک کے عرفان کی جدوجہد میں لگے رہتے ہیں۔ صوفیہ اس راستے کو طویل اور مشکلوں سے بھرا ہوا مانتے ہیں۔ اس راستے پر چلنے والوں کو دوران سفر مختلف قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تب عرفان خداوندی کی منزل ملتی ہے خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں:

”عارف اس شخص کو کہتے ہیں کہ تمام جہان کو جانتا ہو اور عقل سے لاکھوں معنی پیدا کرسکتا ہو اور بیان کرسکتا ہو اور محبت کے تمام دقائق کا جواب دے سکتا ہو اور ہر وقت بحر باطن ونکتہ میں تیر تا رہے تاکہ اسرارِ الٰہی اور انوارِ الٰہی کے موتی نکالتا رہے اور دیدہ ور جوہریوں کے سامنے پیش کرتا رہے۔ جب وہ اسے دیکھیں پسند کریں۔ ایسا شخص بے شک عارف ہے۔“

بعد ازاں اس وقت فرمایا کہ: عارف ہر وقت ولولۂ عشق میں مبتلا رہتا ہے اور قدرت خدا کی آفرینش میں متحیر رہتا ہے۔ اگر کھڑا ہے تو بھی دوست کے وہم میں اور اگر بیٹھا ہے تو بھی دوست کا ذکر کرتا ہے۔ اگر سویا ہے تو بھی دوست کے خیال میں متحیر ہے۔ اگر جاگتا ہے تو بھی دوست کے حجاب عظمت کے گرد طواف کرتا ہے۔

عرفان الٰہی کا راستہ:

عرفان و تصوف کی راہیں خداشناسی کی راہیں ہیں۔ یہاں منزل تک رسائی کے لیے کئی مشکل مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس راہ پر چلنے والے زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت کو اپنا معمول بنالیتے ہیں۔ جس طرح موتی پانے کے لیے سمندر میں غوطے لگانا پڑتا ہے اسی طرح عرفان حق کے لیے بھی عبادت وریاضت کے دشوار گزار مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ انسان کی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اپنے خالق کا عرفان حاصل کرے اور اسے پہچانے کی کوشش کرے۔ حالانکہ اللہ کی ذات ایسی نہیں کہ وہ انسان کے وہم وگمان میں بھی آسکے مگر باوجود اس کی ذات وصفات کو سمجھنے کی کوشش لازمی ہے۔ حالانکہ اس جدوجہد میں ایک مقام وہ بھی آتا ہے جب عارف کی جانب رحمت الٰہی متوجہ ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ غریب نواز نے فرمایا:

”عرفان میں ایک حالت ہوتی ہے، جب اس پر یہ حالت طاری ہوتی ہے تو وہ ایک ہی قدم میں عرش سے حجاب عظمت تک کا فاصلہ طے کرلیتا ہے۔ وہاں سے حجاب کبریا تک پہنچ جاتے ہیں، پھر دوسرے قدم پر اپنے مقام پر آجاتے ہیں۔ (پھر خواجہ صاحب آبدیدہ ہوگئے اور فرمایا) عارف کا سب سے کم درجہ یہی ہے لیکن کامل کا درجہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کہاں سے کہاں تک ہے۔“

شریعت پر عمل لازم ہے:

شریعت کو اس کی روح کے مطابق عمل میں لانا ہی راہ طریقت کا مقصد ہے۔ شریعت پر کامل طور پر عمل کرنے والا ہی طریقت کے راستے کا مسافر کہا جاتا ہے۔ انسان اللہ کے احکام پر جس قدر عامل ہوگا، وہ اس قدر کامل سالک ہوگا۔ ایسے میں ایک مقام آتا ہے جب سالک کا دل عشق الٰہی کی بھٹی میں تپ کر پختہ ہوجاتا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہوتا ہے۔ جو کچھ اس میں جائے اسے جلادیتا ہے اور ناپید کردیتا ہے کیوں کہ عشق کی آگ سے بڑھ کر کوئی آگ تیز نہیں ہے۔“

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

اس مضمون میں خواجہ غریب نواز کے ملفوظات سے جو اقتباس پیش کیے۔ ان سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ طریقت کی راہ شریعت سے الگ نہیں ہے اوراحکام دین پر عمل ہر حال میں لازم وضروری ہے۔ انسان طریقت میں جتنا کامل ہوگا، وہ شریعت پر اس قدر کاربند ہوگا۔ آج ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو خواجہ معین الدین چشتی کی عقیدت کا دم بھرتے ہیں اور ان کے آستانے پر حاضری دینا باعث خیر وبرکت سمجھتے ہیں۔ اللہ والوں سے عقیدت ومحبت اچھی بات ہے اور آداب شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے آستانوں پر حاضری بھی باعث اجرو ثواب ہے مگر اسی کے ساتھ بھی ضروری ہے کہ ان کی تعلیمات کو اپنایا جائے۔ انھوں نے جس مقصد کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کردی اور جس مشن کے لیے وہ اپنے وطن کو چھوڑ کر ہزاروں میل دور ہندوستان تشریف لائے، اس مشن میں لگنا انھیں سب سے بڑا خراج عقیدت ہے۔ اگر ہم خواجہ صاحب کا عقیدت کا دم بھرتے ہیں تو ضروری ہے کہ احکام شریعت کی پابندی کریں اور عرفان الٰہی کی کوشش کریں۔ انھوں نے اللہ اور اس کے بندوں سے محبت کا درس دیا ہے اس پر عمل پیرا ہوں اور انسانیت کے خیر خواہ بنیں۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

☆☆☆☆☆

سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سماجی خدمات

مولانا محمد یوسف نظامی مصباحی

برصغیر میں اسلام کی نشر و اشاعت میں صوفیاے کرام کا بے مثال کردار ہے۔ سلاسلِ طریقت کے جن مشائخ عظام نے کفرو شرک کی ان تاریک وادیوں میں بھٹکتے ہوئے لوگوں کے دلوں میں توحید و رسالت کی شمعیں فروزاں کیں، اصلاح قلوب اور تزکیہ نفوس فرما کر ان کی پیشانی کو بارگاہ صمدیت میں جھکایا اور خلق خدا کی حاجت روائی اور راحت رسانی کے لیے پوری زندگی وقف فرمائیں ان میں ایک نمایاں اور شہرہ آفاق نام سلطان الہند غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا ہے۔

زیارت حرمین شریفین کے دوران آپ کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے ہند کی ولایت عطا ہوئی (سیر الاقطاب)

کچھ مورخین شہاب الدین غوری کے ایک سپاہی کے طور پر آپ کو پیش کرتے جو حقائق کے خلاف ہے۔ ان کے پاس نہ کوئی فوج تھی اور نہ وہ کسی خطے کو بزور شمشیر فتح کرنے آئے تھے بلکہ جس وقت سلطان شہاب الدین غوری ترائن کے میدان میں پرتھوی راج چوہان کی فوج سے شکست کھا کر جب لاہور کی جانب جارہا تھا اس وقت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین صادقین کے ایک مختصر سے قافلے کے ساتھ دہلی کی طرف تشریف لارہے تھے۔ چند دن ماہ دہلی میں دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف رہے جس سے روز بروز آپ کے چاہنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا، آپ کی تعلیمات سے متاثر ہوکر لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے مگر چونکہ اس وقت دہلی ریاست بھی اجمیر کے ماتحت تھی اور دعوت دین کے لئے اشارہ غیبی اجمیر تھا اس لیے اپنے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو دہلی میں چھوڑ کر آپ نے علاقہ اجمیر کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔ یہ علاقہ جغرافیائی لحاظ سے پتھریلے پہاڑوں پر مشتمل ہے، اور اہالیان اجمیر کے قلوب بھی مثل پتھر سخت تھے، مسلمانوں سے ہونے والی پے در پے جنگوں کے سبب سخت عداوت رکھتے تھے۔ ایسے کشیدہ ماحول میں دین پر قائم رہنا ہی سب سے بڑا جہاد ہے۔ لیکن ایسے شدید مخالفانہ ماحول میں شمع دیں روشن کرنا اور ظالم کے سامنے کوہ استقامت بن کھڑے رہنا خاصان خدا اور متوکلین علی اللہ کا خاصہ ہے۔ راجہ آپ کے صبر وتحمل اور تصلب واستقامت کے مناظر دیکھ کر دنگ رہ گیا، اور باطل شکن کرامات اور روحانی تصرفات کے سامنے عاجز ہوکر رہ گیا، ایک دو سال بعد شہاب الدین غوری کے ہاتھوں شکست فاش کھا کر مقتول ہوا، آپ کی کاوشوں سے اجمیر مقدس اور ہندوستان کی فضا بڑی حد تک کلمہ طیبہ کے نغموں سے گونجنے لگی۔

آپ نے امن ومحبّت کے پیغام کو عام کرنے اور انسان کو انسان کا بھائی بن کر رہنے کا درس دیا۔ آپ کی تعلیمات کا سب سے زیادہ زور خلق خدا کی خدمت پر تھا اور اس کے لیے اپنی خانقاہ میں لنگر وغیرہ مسلسل جاری رکھا خصوصًا اس دور میں جب کہ لوگ نان شبینہ کے

صدر المدرسین دارالعلوم اہلسنت غریب نواز مالیہ کھیڑی مندسور

محتاج تھے، غذائی قلت عام تھی،

آپ کا دسترخوان بڑا وسیع تھا آپ کے لنگر سے بلاتفریق مذہب و ملت ہر ایک ضرورت مند مستفید ہوتا تھا۔ جو مارے شرم کے نہیں آتے آپ اپنے خادموں سے ان کے گھر کھانا بھجواتے، بھوکوں کو کھانا کھلانا، مفلوک الحال لوگوں کی مدد کرنا، حاجت مندوں کی حاجت روائی کرنا، مخلوق کی ضرورتیں پوری کرنا، مظلوموں کا ساتھ دینا، آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ آپ کے اس طرز عمل اور اخلاق کریمانہ سے لوگ گرویدہ ہو جاتے۔ جو آپ سے ایک بار ملتا وہ آپ کا ہو جاتا، چہار جانب سے غم کے مارے آتے آپ ان کے درد کی دوا کرتے، آپ کے وصف جود و سخا اور غریب پروری کو دیکھ کر خلق خدا کی زبان پر "غریب نواز" کا نام جاری ہو گیا، کردار نبوی سے متاثر ہو کر لاکھوں لوگوں نے آپ کے دست حق پرست دین اسلام قبول کیا۔ آپ کی حیات طیبہ اس حدیث "من لم یھتم للمسلمین فلیس منھم" کی سچی تصویر تھی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اپنے شاگردوں کو یہ تعلیم دی کہ عقیدت مندی کی سب سے اعلیٰ ترین شکل "مصیبت زدہ لوگوں کی تکلیف دور کرنا، غریب اور بے بس لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنا اور بھوکوں کو کھانا کھلانا" ہے (دلیل العارفین)

ملکی حالات انتہائی زبوں حالی کے دور سے گزر رہے ہیں، حکومتی ظلم وزیادتی کے خلاف لوگ میدان میں نکلے ہوئے ہیں، کاشت کاری کے متعلق غیر جمہوری طریقہ سے نافذ کیے جانے والے کالے قوانین کی مخالفت میں کسان مظاہرہ کر رہے ہیں، اقتدار کے نشے میں چور حکمران اندھے، گونگے اور بہرے بنے ہوئے ہیں، ہر آواز کو طاقت کے بل بوتے پر کچل رہے ہے۔ ایسے ماحول میں خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کسان کی پریشانی دور کرنے کے لیے خود دہلی سفر کرنا آپ کی خلق پرور تعلیمات کا روشن باب ہے۔

لوگوں کی حاجت روائی کو دیگر تمام کاموں پر مقدم رکھتے تھے، پریشان حال لوگوں کی پریشانی دور کرنے کے لیے آپ بڑی بڑی مشکلات کو برداشت کر لیتے تھے۔

حضرت مولانا سید مہدی حسن میاں چشتی گدی نشین آستانہ اجمیر شریف دامت برکاتہم العالیہ نے دہلی کے ایک اجلاس میں یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ نواح اجمیر میں ایک کسان نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے دہلی حکومت کے ذریعے لگان میں اضافہ کیے جانے کی شکایت کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپ اپنے مرید صادق خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو لگان میں کمی کرنے یا میعادی فرمان کے جاری کرنے کے تعلق سے ایک سفارشی خط لکھیں کہ بادشاہ وقت سلطان شمس الدین التمش ان کا مرید ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بلا تاخیر اسی وقت دہلی جانے کے لیے تیار ہو جاؤ، حضرت خواجہ غریب نواز خود بھی دہلی جانے کے لیے نکلے اور کسان کو اپنے ساتھ لے کر راہ کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے دہلی پہنچے، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی بغیر اطلاع کے اچانک مرشد کامل کی آمد پر بہت مسرور ہوئے اور حیران ہوئے اور عرض کیا کہ حضور آپ نے صرف اتنی سی بات کے لیے کیوں سفر کی تکلیف فرمائی صرف خط ہی روانہ فرمادیتے۔ مسئلہ حل ہو جاتا، آپ نے فرمایا! اے قطب الدین اگر میں صرف خط بھیجتا تو اس کسان کی دل جوئی کیسے ہوتی۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کام کے متعین کیا۔

آپ کی پوری زندگی بندگان خدا کی دلجوئی، احترام انسانیت، وقار آدمیت، اخوت و محبت اور عدل و مساوات کے پیغام کو پھیلانے میں صرف ہوئی۔

خواجۂ خواجگاں بلا شبہہ بارگاہ رسول ﷺ سے بھیجے ہوئے تھے۔ آپ کو حضور سرور کائنات ﷺ نے حکم ہی نہیں دیا بلکہ ہندوستان اور اجمیر مقدس کا نقشہ بھی روحانی طور پر دکھادیا۔ آپ نے جس پامردی، بلند کردار و عمل اور خدمت انسانیت کرتے ہوئے دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیا اس کی مثال کم از کم ہندوستان میں نظر نہیں آتی۔ آپ نے دیگر مذاہب کے افراد میں حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے مذہب اسلام سے قریب کیا، اس سے نہ صرف یہ کہ غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا بلکہ آج تک آپ کی اور دیگر اہم خانقاہوں پر غیر مسلموں کی بھی بھیڑ نظر آتی ہے۔ بد عقیدوں کو چھوڑ کر ہندوستان کا ہر طبقہ ان اولیاے کرام کے آستانوں پر حاضر ہوتا ہے۔ سماجی نفرت و عداوت کی چنگاری پھیلانے والے بھی سروں پر چادریں رکھ کر عقیدت و احترام کے ساتھ کھڑے نظر آتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ہندوستان اور دنیا میں امن و آشتی کا ماحول پیدا فرمادے۔ آمین

☆☆☆☆☆

مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی
جہان علوم ومعارف

تبصرہ نگار: وزیر احمد مصباحی، بانکا

مولف : حضرت مولانا مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی
صفحات : 184
سن اشاعت: جمادی الاولی 1441ھ/مطابق جنوری 2020ء
ناشر : تاج الاصفیا دار المطالعہ مخدوم اشرف مشن پنڈوہ شریف مالدہ بنگال

چند ماہ قبل فیس بک یونیورسٹی پر کئی ایک عمدہ کتابوں کے ٹائٹل پیج باصرہ نواز ہوئے تھے۔ شناسا اور غیر شناسا متعدّد افراد نے عرس عزیزی کے پر بہار موقع پر اپنی قلمی کاوشوں کی قدرے جھلکیاں سوشل میڈیا کے دامن میں نشر کر کے قارئین کے قلبی ذوق کی تکمیل کے خاطر عمدہ سامان مہیا کیا تھا۔ اس ضمن میں تو کئی ایک ہمارے ایسے احباب ہی شامل تھے جو چمنستان حافظ ملت میں اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔ پر یہ غنیمت ہے کہ اسی بھیڑ میں سوشل میڈیا ہی کی وساطت سے دور حاضر کے ایک عمدہ نثر نگار، کہنہ مشق مفتی و قاضی اور درجن بھر کتابوں کے مصنف حضرت علامہ مفتی محمد کمال الدین اشرفی مصباحی دام ظلہ العالی سے میری فیسبکیا ملاقات ہوگئی۔ چونکہ موصوف کی اس وقت تقریبا دو تین کتابیں منظر عام پر آنے والی تھیں۔ اس لیے برابر دل میں یہ اشتیاق مچلتا رہتا کہ کاش! کسی طرح مطالعہ کے لیے یہ چند کتابیں مجھے بھی ہاتھ آجاتیں اور معلومات میں قدرے اضافہ ہو جاتا۔

شاید یہ اسی نیک تمنا اور قلبی لگاؤ کا خوشگوار نتیجہ ہے کہ ابھی چند روز قبل اچانک آپ کا فون آیا، علیک سلیک اور خیر و خیریت لینے کے بعد آپ نے محبت و شفقت بھرے لے میں گفتگو فرمائی اور لگے ہاتھوں بشکل پی ڈی ایف اپنی تازہ ترین کاوش "مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی_جہان علوم و معارف" کے علاوہ اور بھی دوسری چند تصانیف سے مشرف فرمایا۔ مفتی موصوف کی ذات بڑی زود نویس واقع ہوئی ہے۔ ایک کتاب کی شہرت اور اس سے متعلق اہل علم کے یہاں زبان زد حسن تذکرہ کمزور نہیں ہو پاتا ہے کہ منصہ شہود پر آپ کی دوسری کاوشیں اپنی اہمیت و افادیت کی جانب برابر اہل علم و دانش کی توجہ کھینچنے لگتی ہیں۔ میرے اپنے خیال کے مطابق اسے مصنف موصوف پر جھما جھم برسنے والے اشرفی فیضان کا حصہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ آپ خانوادہ اشرفیہ کے عقیدت کیش ہیں۔ بزرگان کچھوچھہ، خصوصا علامہ سید محمد جلال الدین اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی سے آپ کا گہرا ربط ہے۔ حضور اشرف الاولیا سید شاہ مجتبیٰ اشرف اشرفی علیہ الرحمہ کے لگائے ہوئے علمی چمن "مخدوم اشرف مشن" سے آپ کو قلبی لگاؤ ہے۔ آپ نے تقریبا تین سال تک اس ادارے میں تدریس وافتا کے فرائض بحسن و خوبی انجام دیے ہیں۔ زیر نظر کتاب (مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی- جہان علوم و معارف) بھی خانوادہ اشرفیہ سے عقیدت و محبت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ آپ نے مرکز عقیدت، بانی سلسلہ اشرفیہ، حضرت غوث العالم، محبوب یزدانی، مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی قدس سرہ کے تمام تر علمی جاہ و جلال سے جس لطیف پیرائے میں پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے، وہ ہر جہت سے کامیاب ہے۔

آپ کی یہ کتاب تقریبا 184/صفحات پر مشتمل ہے۔ بشمول فہرست متعدّد شخصیات مثلا: شیخ الاسلام علامہ مفتی مدنی میاں کچھوچھوی، قائد ملت حضرت علامہ سید شاہ محمود اشرف کچھوچھوی، تاج الاولیا علامہ قادری میاں کچھوچھوی اور مفکر اسلام حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی کی طرف سے بالترتیب " دعائیہ کلمات، کلماتِ تبریک، تقریظ جلیل اور نگاہ اولیں" کے تحت قیمتی اور مفید باتیں رقم کی گئیں ہیں، جو تقریبا 30/ صفحات پر مشتمل ہیں۔ موصوف کی بیش بہا قلمی خدمات کے اعتراف میں ہر دلعزیز شاعر مولانا سلمان رضا فریدی مصباحی، مسقط عمان، کی طرف سے 13، گراں قدر اشعار پہ مشتمل ایک منظوم تاثر بھی شامل اشاعت ہے۔ کتاب ھذا کو سجانے، سنوارنے اور اسے ایک خوبصورت علمی گلدستہ بنانے میں آپ نے کم وبیش 30 مصادر و مراجع کا سہارا لیا ہے۔ قلم کی روانی ہر جگہ قائم ہے، موضوعاتی حدود سے کہیں بھی تجاوز نہیں کیا گیا ہے، انصاف کا پیمانہ ہر جگہ قائم ہے، کشف و کرامات

سے پرے اٹھ کر بس مخدوم پاک کی علمی تحقیقات، تصنیفات اور تعبیرات پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہیں، تحریر و بیان کی سحر انگیزی قاری کو مکمل طور پر اپنے حصار میں لے لینے والی ہے، کتاب پڑھنے کے بعد یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ مخدوم پاک کی ذات بابرکات شریعت وطریقت کی حسین سنگم تھی۔ آپ کشف وکرامات کے میدان میں جہاں یکتائے روزگار تھے وہیں علمی دنیا میں بھی کمال کے شہسوار۔ منطقی گتھیوں کو سلجھانے کا ہنر خوب جانتے تھے۔

مصنف موصوف ص:35 پر آپ کی علمی شان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آپ کو مختلف علوم وفنون پر دسترس حاصل تھی۔ مطالعہ بڑا وسیع تھا، طرز استدلال بڑا عالمانہ تھا، مشکل سوالات واشکالات کی عقدہ کشائی آپ بڑے عالمانہ واحسن انداز میں کرتے تھے، آپ کے عصر میں بڑے سے بڑا مفکر، منطقی، مناظر، فلسفی آپ کی بارگاہ میں زانوئے تلمذ طے کیا کرتا تھا، اپنے دور کے علماو مشائخ سے آپ کا علمی و روحانی رشتہ بڑا مضبوط و مستحکم تھا، علما سے آپ کے علمی مباحثے بھی ہوئے، ان کے اعتراضات کا آپ نے اطمینان بخش جواب بھی دیا اور وہ آپ کے علم وفضل کے نہ صرف معترف وقائل ہوئے، بلکہ آپ سے علمی استفادہ بھی کیا اور آپ کے حلقہ ارادت میں بھی داخل ہوئے، اپنی گراں قدر تصنیفات کی آپ سے اصلاح کرکے ان پر سند توثیق بھی حاصل کیں، اپنی تصنیفات و تالیفات کے حوالے سے مشائخ کرام سے آپ کی علمی بحثیں بھی ہوئیں اور اپنے منفرد انداز بیان اور دلائل وبراہین سے آپ نے ان کو قائل بھی کیا"۔

یقیناً موصوف کے یہ مختصر مختصر سے جملے اس قدر سلیس اور سادہ ہیں کہ جیسے الفاظ وتعبیرات اس کے سامنے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں اور معانی و افکار بارش کی بوندوں کی طرح متواتر اس کے قلم سے صفحہ قرطاس پر ٹپک پڑے ہیں۔ ان چھوٹے چھوٹے جملوں میں مخدوم پاک کی تمام تر علمی جاہ وجلال کو اس طرح بیان کر دیا گیا ہے کہ جیسے معانی کی کائنات سمیٹ دی گئی ہو، اور یہی وہ فن نثر کا جادو ہے جو قاری کو مسحور کرنے کے ساتھ ساتھ دل ودماغ کی دنیا بھی بدل دیتا ہے۔

کتاب ہذا کے ص:55 پر "تصنیفات و تالیفات" کے نام سے ایک سرخی قائم کی گئی ہے ساتھ ہی فارسی ترجمہ قرآن، لطائف اشرفی، مکتوبات اشرفی اور اخلاق وتصوف جیسی اہم ومعرکۃ الآراء کتابوں پر قدرے تبصراتی نوٹ بھی شامل ہیں۔ اول الذکر کتاب "فارسی ترجمہ قرآن" تئیں بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ فارسی زبان میں قرآن کا ترجمہ کرنے والوں میں مخدوم پاک کو تقدم واولیت حاصل ہے۔ لگے ہاتھوں ص:61 پر مخدوم پاک کی تصنیف کردہ دوسری 30 چھوٹی بڑی کتابوں کے اسما بھی مذکور ہیں۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ نہیں! مخدوم پاک نے مخلوق خدا کی صلاح وفلاح کے لیے زبردست علمی خدمات انجام دی ہیں۔

یہ بات مسلم ہے کہ کسی بھی عالم دین کی حذاقت ولیاقت اس وقت مزید صیقل اور اہم ہوجاتی ہے جب وہ بغیر کسی تکلف کے ہم عصروں کی طرف سے اٹھنے والے تمام تر سوالات کا تشفی بخش جوابات عنایت کر دے۔ مخدوم پاک کی حیات طیبہ اس ضمن میں بالکل یکتا اور منفرد ہے۔ معاصرین کی طرف سے ذاتی چشمک یا پھر اور کسی دوسری وجوہات کی بنا پر اٹھائے گئے تمام تر اعتراضات ومباحثے کا حل آپ نے بڑی خندہ پیشانی سے پیش فرمایا اور لوگوں اپنی علمی بالادستی پہ قائل کر لیا تھا۔ جی! یہ سچ ہے کہ بلند و بالا شخصیتوں کو منزل مقصود تک پہنچنے میں بے شمار سخت مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے، کئی ایک رکاوٹیں ان کی راہ میں روڑے ڈالنے کا کام کرتی ہیں اور بسا اوقات یہی رکاوٹیں اور تکالیف آہنی دیوار بن کر امید وبیم کی آخری پگڈنڈی بھی مسدود کر دیتے ہیں۔ مگر وہ حوصلے جو، جوان ہوتے ہیں اور منزل کی جستجو میں برابر دھڑکنے کا کام کرتے ہیں، کبھی بھی شکست وریخت تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے، بلکہ منزل مقصود کا سراغ پانے میں وہ کسی نا کسی طرح کامیاب ہو ہی جاتے ہیں۔ مخدوم پاک کی ذات بھی اسی بلند وبالا باہمت لوگوں میں سے ایک ہے۔ آپ نے معاصرین علما کی تنقیدات کا اپنے خداداد علمی وعملی فولاد سے جم کر مقابلہ کیا۔ عناد و تنقید کی گرم بازاری کو کمال تدبر سے سرد فرمانے کے ساتھ غلط افکار ونظریات کو بھی صراط مستقیم کا سراغ دے دیا۔ مصنف موصوف نے مخدوم پاک کے معاصرین علما کی فہرست میں ص:82، پہ جہاں تقریبا 30/ سے زائد صاحبان فکر وفن کے نام شمار کرائے ہیں وہیں برابر ان کے طرف سے اٹھنے والے اعتراضات، تنقیدات، فقرا کے غلط افکار و نظریات اور تمام تر علمی موشگافیوں کا مخدوم پاک کی جانب سے بروقت عطا کردہ شافی حل بھی رقم کر دیا ہے تاکہ قاری تشنہ لب نہ رہنے پائے۔ ص:86 سے مخدوم پاک کی علمی تحقیقات کو جس طرح صاف ستھری اردو زبان میں تحریر کیا گیا ہے، وہ فائدے سے خالی نہیں ہے۔ مسئلہ "وحدت الوجود" کی تشریح میں جس طرح (توحید کی تعریف، توحید کے معانی، نص قرآنی کی تشریح، اسلوب زبان، قاعدہ اصول فقہ اور قانون

علم کلام وغیرہ، سرخیوں کے تحت) تحقیق انیق پیش کی گئی ہے، اس سے مخدوم پاک کی علمی مہارتوں کی تیز تر روشنی چھن چھن کر باہر آتی ہیں اور قارئین کے دل ودماغ کو بالکل مسحور کر دیتی ہے۔ اسی باب میں آگے چل کر مسئلہ "رویت باری تعالیٰ" کی بھی زبردست تحقیق پیش کی گئی ہے۔ توحید کی تعریف کے ساتھ اس کے چند مراتب (توحید ایمانی، توحید رسمی، توحید حالی اور توحید الٰہی) پر بھی بہترین تجزیہ نگاری کی گئی ہے۔ رویت کے اقسام وانواع پر بھی منفرد خامہ فرسائی پیش نظر ہے۔ ص: 86 تا 110 پر منتشر مذکورہ بالا دونوں مسئلوں (مسئلہ وحدت الوجود، مسئلہ رویت باری تعالیٰ) کی تحقیق اور اس سے متعلق نادر و نایاب علمی گوشے انتہائی مفید ہیں۔ پڑھنے پر یہ احساس مزید ہوجاتا ہے کہ نہیں! مخدوم پاک نے اپنے قارئین کے لئے علوم کے دریا نچوڑ کر سامنے رکھ دیے ہیں۔ کچھ دور آگے چل کر مصنف موصوف نے جہاں شعرائے متقدمین کے مشکل اشعار کی مخدومی توضیح و تشریح کو بہترین اردو قالب میں ڈھالنے کا کام کیا ہے وہیں مشائخ کرام کے کلمات شطحیات کے معانی اور ان کی تشریح کو بھی پرکشش نثری اسلوب کا خوبصورت جامہ پہنایا ہے۔ مختلف افراد کے ایسے کئی ایک شطحی اقوال مندرج ہیں، جسے مخدوم پاک نے قاعدہ سکر وصحو کی روشنی میں حل فرمایا ہے۔ کمال کی دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ص: 130 پر وہ متعدّد گراں قدر مکتوبات بھی رقم کر دیئے گئے ہیں، جسے مخدوم پاک نے وقتاً فوقتاً اپنے مریدین و متوسلین، بادشاہان وقت اور علما وصوفیا کے نام لکھے ہیں۔ ان مکتوبات کے حوالے سے ص: 130 پہ آپ لکھتے ہیں:

"حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے مکتوبات کا مجموعہ بھی آپ کے علمی جواہر کا انمول خزانہ ہے، ان مکتوبات میں علوم شریعت اور رموز طریقت و معرفت کی قیمتی اور اہم باتیں پیش کی گئی ہیں جو انسانی زندگی کے لئے نہ صرف مشعل راہ ہیں بلکہ ان کی کامیابی و سرخروئی کی اس میں ضمانت ہے"۔

ص: 138 تا آخر کتاب دو نہایت ہی مفید باب (حقائق و معارف تصوف کا بیان، تعلیمات و ارشادات) باندھا گیا ہے۔ اول الذکر باب "حقائق و معارف تصوف کا بیان" میں شیخ و مرید کے شرائط و آداب شمار کرانے کے ساتھ ساتھ ذکر، حیرت، ولایت، اختیار، عشق و محبت کے جامع شرائط و آداب اور ان کے انواع و اقسام پر بالتفصیل روشنی ڈالی گئی ہیں۔ آگے چل کر محبت کے مکمل پانچ اسباب ذکر کرنے کے بعد ہی طبقات عشاق کی جو فہرست پیش کی گئی ہے، وہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ آخر الذکر باب "تعلیمات و ارشادات" کے تحت آپ نے بڑی سلیس اردو زبان میں ایسے گراں قدر نادر و نایاب اقوال کا تذکرہ کیا ہے، جنھیں پڑھنے کے بعد واقعی روحانی حلاوت محسوس ہوتی ہے، ذہن و دماغ میں اک عجیب ایمانی چاشنی اپنے وجود کا احساس دلانے لگتی ہے اور قاری کے اپنے حرکات و سکنات خداداد غیبی قوت میں شرابور ہونے کی گواہی بھی دیتے ہیں۔ یہ اقوال مختصر ضرور ہیں مگر اپنے اندر وسیع و عریض قیمتی مفاہم و مطالب سموئے ہوئے ہیں۔

تقریباً 40 متعدّد گراں قدر ارشادات واقوال کو مصنف نے بڑی خوبصورتی سے پیش کرنے میں کامیاب کوششیں کی ہیں، قارئین کی سہولتوں کا ہر گام خیال رکھا گیا ہے، پوری کتاب رطب و یابس سے مکمل طور پر پاک وصاف ہے اور سب سے بڑھ کر جو چیز کتاب کو اشاعت کے باب میں سند جواز فراہم کرتی ہے وہ ہے موضوع کے ساتھ بھرپور دیانت وانصاف کا مظاہرہ۔ صاف ستھری اردو زبان و بیان میں مخدوم پاک کی علمی لیاقت و حذاقت کو اجاگر کرنے کے لیے یہ ایک کامیاب کوشش ہے، پڑھتے وقت کہیں بھی اکتاہٹ سی محسوس نہیں ہوتی ہے۔ یقیناً یہ وہ علمی گلدستہ ہے جسے اردو نثری ادب کے فروغ کا زبردست حصہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ جگہ جگہ محاورات، برمحل اشارات، کنایات اور تشبیہات کا استعمال کتاب کو تفوق و تعلی کے منصب پر فائز کرتی ہے۔ ادائیگی معانی کے باب میں مصنف نے الفاظ کا چناؤ بڑی بیدار مغزی سے کیا ہے، ایک ہی لفظ، خیال و فکر کی دسیوں معنی خیز عقدہ کشائی اس چابک دستی سے کرتا ہے کہ قاری پر خوشگوار حیرت طاری ہوجاتی ہے۔ مصنف کی مادری زبان اگرچہ "بنگلہ" ہے، پر اردو زبان و ادب میں اس کے قلم کی سبک خرامی لاجواب ہے۔

اہل علم و دانش کی جناب سے ہمیں یہ قوی امید ہے کہ آپ بھی مصنف موصوف کی اس عمدہ کاوش کو اپنے مطالعاتی میز کی زینت بنائیں گے اور مخدوم پاک کی وسیع علمی کائنات سے صدقہ حاصل کرکے اپنے ذہن و دماغ اور خالی کشکول کو بھی شاد کام کریں گے۔ (انشاء اللہ) اللہ کریم مصنف موصوف کو جزائے خیر کے ساتھ مزید اسی طرح کی علمی کام کرنے کی توفیق رفیق سے نوازے۔ (آمین یارب العالمین) ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

☆☆☆☆☆

منظومات

نعت رسول مقبول ﷺ

کرم کا ہاتھ بڑھائیں تو نعت ہوتی ہے
مرے حضور جو آئیں تو نعت ہوتی ہے

یہ آتی جاتی ہوائیں یہ مسکراتے گلاب
ہمیں جو نعت سنائیں تو نعت ہوتی ہے

مرے رسول کے شہرِ کرم کی جانب سے
گھٹائیں جھوم کے آئیں تو نعت ہوتی ہے

شرارِ عشق نبی میرے آشیانے میں
چراغِ عشق جلائیں تو نعت ہوتی ہے

مرے خیال کو میرے حسیں تصور کو
درِ کرم پہ بلائیں تو نعت ہوتی ہے

رسولِ پاک کے دربارِ جاہ و عظمت میں
سرِ قلم کو جھکائیں تو نعت ہوتی ہے

نبی کے ہجر میں، احساس کے دریچے پر
تڑپ کے اشک جو آئیں تو نعت ہوتی ہے

یہ میرے چہرے کے طاقوں پہ جگمگاتے چراغ
نبی کا جشن منائیں تو نعت ہوتی ہے

مری فصیلِ تمنا سے صبح دم اڑ کر
پرندے طیبہ کو جائیں تو نعت ہوتی ہے

یہی علاج ہے ان کا یہی دوا ان کی
مجھے جو رنج ستائیں تو نعت ہوتی ہے

نبی کا اسمِ مبارک لبوں پہ آتے ہی
جو بھاگتی ہیں بلائیں تو نعت ہوتی ہے

درِ رسول کی خوشبو کو چوم کر اے نورؔ
کریں جو رقص ہوائیں تو نعت ہوتی ہے

سید محمد نور الحسن نور
قاضی پور، ضلع فتح پور یوپی

نعت مصطفیٰ ﷺ

جلوہ فرما جب زمیں پر نور والا ہو گیا
کائناتِ رنگ و بو کا منہ اجالا ہو گیا

کھل رہے ہیں پھول ہر سو وادیِ پر خار میں
تیری آمد سے عرب کا بول بالا ہو گیا

اس کو بزمِ جام و مینا سے نہیں کوئی غرض
جس کے حق میں زمزم و کوثر کا پیالہ ہو گیا

ہیچ ہیں اس کے لیے عالم کی ساری لذتیں
جس کی قسمت میں ترے در کا نوالا ہو گیا

گردشِ ایام سے وہ تنگ آسکتا نہیں
گردشوں میں جس کا حامی حق تعالیٰ ہو گیا

نقشِ پائے مصطفیٰ کا رکھ کے سینے میں جمال
شہرِ طیبہ کا ہر اک پتھر نرالا ہو گیا

سنگ ریزے کلمۂ حق شوق سے پڑھنے لگے
جو بھی ذرہ زیرِ پا آیا ہمالہ ہو گیا

گنبدِ خضرا سے مس ہو کر جو لہرائی ہوا
تو فضا کا کیف زا منظر دوبالا ہو گیا

غازۂ روئے صحابہ بن گیا آبِ وضو
آبِ حیواں ان کے قدموں کا غسالہ ہو گیا

جس کے دل میں عشق تیرا جاگزیں ہونے لگا
داغِ الفت لے کے وہ ادنیٰ سے اعلیٰ ہو گیا

ایسے دعوے کو کسی برہان کی حاجت نہیں
قولِ ختم المرسلیں جس کا حوالہ ہو گیا

اتباعِ سنتِ نبوی سے امجدؔ قادری
مٹ گیا ہر غم گناہوں کا ازالہ ہو گیا

از: **محمد امجد علی قادری**
مدرسہ عربیہ فیض العلوم، محمد آباد

منقبت

در شان سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دو عالم میں اگر کوئی خلیلِ مصطفیٰ ہو گا
نہ ہرگز حضرتِ صدیقِ اکبر کے سوا ہو گا

تعجب سے نگاہیں رتبۂ صدیق دیکھیں گی
خدا رضوانِ اکبر حشر میں جب دے رہا ہو گا

وہ دین و غار میں ثانی، عریش و قبر میں ثانی
سوا اُن کے نہ کوئی ثانی اثنین اذ ہما ہو گا

ابو بکر و عمر سمع و بصر میرے نبی کے ہیں
یہ فرمانِ نبی ہر اک بشر کو ماننا ہو گا

مکانِ حضرتِ صدیق سے بوئے کباب آئی
فراقِ مصطفیٰ میں ان کا دل ہی جل رہا ہو گا

انھوں نے تو محبت میں لیا ہے سانس بھی گن کر
جہاں میں ایسا عاشق اور کوئی شخص کیا ہو گا

قلم دانِ وزارت ان کو بخشا ہے پیمبر نے
یہ جو لکھ دیں سمجھ لینا پیمبر نے لکھا ہو گا

کہا، مجھ کو نہ پانا تو ہدایت لینا تم اِن سے
اگر اِن سے ہدایت لی کشادہ راستہ ہو گا

وہ کوئی ہو مگر مہتاب مومن ہو نہیں سکتا
جو ان کا بغض اپنے دل کے اندر پالتا ہو گا

از: **مہتاب پیامی، مبارک پور**

حضرت مولانا محمد حفیظ اللہ اشرفی علیہ الرحمہ

بانی و مہتمم دار العلوم اہل سنت غریب نواز ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ بیدولہ چوراہا، ڈومریاگنج، سدھارتھ نگر

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی

یہ بات کوئی بیسویں صدی کے آٹھویں یا نویں دہائی کی ہے جب میں اپنی پہلی تصنیف ”تذکرہ علمائے بستی“ لکھ رہا تھا مولانا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے میں خود ڈومریاگنج حاضر ہوا ان دنوں مولانا لب سڑک چوراہے پر ایک چھوٹی سی مسجد میں امامت کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ ناظرہ کے بچوں کی تعلیم و تربیت میں منہمک تھے۔ مولانا حفیظ اللہ سے یہ میری پہلی ملاقات تھی اس پہلی ملاقات میں مولانا حفیظ اللہ اشرفی نے جس طرح حسن اخلاق کا مظاہرہ فرمایا اس سے میں بے حد متاثر ہوا پہلی ملاقات ہی میں مولانا اشرفی نے میرے دل میں کچھ ایسا گھر کیا کہ پھر وہ زندگی کی آخری سانس تک مجھ سے کبھی جدا نہ ہوئے، اس وقت میری طالب علمی کا زمانہ تھا ۔ مبارک پور الجامعۃ الاشرفیہ سے سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد عصری تعلیم کے لیے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے وابستہ ہو گیا تھا۔ نہ ہی حضرت علامہ کا سابقہ تھا اور نہ ہی صاحب اور قبلہ کا لاحقہ، میری حیثیت صرف اور صرف ایک معمولی طالب علم کی تھی لیکن مولانا نے جس طرح میری خاطر اور پذیرائی کی اور جس طرح مجھے عزت دی اس نے مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا گرویدہ بنا لیا جب میں نے ان سے اپنا شان نزول بیان کیا تو بہت خوش ہوئے اور بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ انھوں نے اپنے بارے میں وہ سب کچھ بتا دیا جسے جاننے کے لیے میں ان کے پاس گیا تھا اس موقع سے اپنے بارے میں جو انھوں نے مجھے معلومات فراہم کیں اسے میں نے بعینہ ”تذکرہ علمائے بستی جلد اول“ میں ص 97 پر شائع کر دیا، جس کا ماحصل کچھ اس طرح ہے۔

پستہ قد، گندمی رنگ، حساس دل، متوسط بدن، گفتگو محققانہ، خاموشی حکیمانہ یہ ہیں مولانا حفیظ اللہ بن حاجی محمد سلیمان صاحب۔ مئی 1959ء میں مقام پر ساپوسٹ کٹھوتیا عالم ہلور ضلع بستی (سدھارتھ نگر) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے لیے گاؤں کے مکتب میں مولوی عبد الحئی رسول پوری کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اس کے بعد مدرسہ عربیہ سراج العلوم بسڈیلہ میں داخلہ لیا۔ جہاں مولانا نبیل احمد صاحب کی نگرانی میں ہدایۃ النحو تک تعلیم حاصل کی مگر وہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی جس کی وجہ سے دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا چلے گئے اور وہاں مولانا نظام الدین کی شاگردی اختیار کی اور باضابطہ عربی کی منتہی کتابوں تک پڑھا دورۂ حدیث کے لیے مولانا عبد اللہ خاں عزیزی جو ان دنوں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے ایک سال کے لیے دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا آئے ہوئے تھے ان سے اکتساب فیض کیا۔ اور 1977ء میں سالانہ تقریب کے موقع پر علماء کے مقدس ہاتھوں سے سند و دستار فضیلت سے نوازے گئے۔

مولانا حفیظ اللہ اشرفی نے جن اساتذۂ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ان کی طویل فہرست ہے مگر دوران تعلیم جن اساتذہ کا آپ کو قرب حاصل رہا ان میں مولانا حکیم نعیم الدین گورکھ پوری، مولانا غلام حسین مبارک پوری مولانا عنایت احمد گونڈوی اور مولانا نور محمد بستوی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

مولانا حفیظ اللہ اشرفی کو تمام علوم مروجہ و متداولہ سے دلچسپی تھی مگر تفسیر و حدیث سے کافی شغف رکھتے تھے۔ مولانا خود جو تقریر کرتے یا دوسرے خطباء سے جو تقاریر سنتے تھے ان کی تحقیق اصل ماخذ سے کر لینا ضروری سمجھتے تھے بد مذہبوں سے اکثر ان کا مقابلہ رہتا تھا ان وجوہ کی بنا پر مولانا کثیر کتب مراجع پر برابر توجہ رکھتے اور سرگرم مطالعہ رہتے تھے۔

تحصیل علوم کے بعد آپ نے درس و تدریس ہی کا میدان منتخب کیا اپنے جد و جہد سے وطن مالوف ہی میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جس کا نام اجمل العلوم رکھا اور اس مدرسہ میں 1977ء سے 1981ء تک تعلیم دے کر حضرت صوفی محمد صدیق کی تعمیل ارشاد کے لیے مدرسہ عربیہ اہل سنت مظہر العلوم ڈومریاگنج بحیثیت صدر المدرسین چلے آئے اور ایک

پروفیسر شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

عرصہ تک آپ نے اسی مدرسہ میں درس وتدریس کی خدمت انجام دی۔

اس زمانے میں ڈومریاگنج کے علاقے میں غیر مقلدیت عروج پر تھی ان کے بڑے بڑے مدرسے تھے جس میں مدنی فضلا درس وتدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ڈومریاکی بیشتر آبادی بھی انھیں کے زیر اثر تھی۔مالدار طبقہ بھی انھیں کا حامی تھا اس لیے مولانا کو سنیت کے فروغ میں ناکوں چنے چبانے پڑے عوام الناس کا غریب طبقہ جو سنی صحیح العقیدہ تھا وہی مولانا کا حامی ومددگار تھا۔جس مسجد ومدرسہ میں مولانا اپنی ذمہ داریاں نبھارہے تھے ،اس مسجد ومدرسہ پر مقدمہ چل رہا تھا سارے وہابی ودیوبندی ایک جٹ ہوکر مولانا کو ڈومریاگنج سے بھگانے پر تلے ہوئے تھے مگر مولانا پر بزرگان دین بطور خاص ان کے پیرو مرشد کا کرم تھا کہ وہ اپنے مخالفین کے سامنے جبل مستقیم بن کر ڈٹے رہے مقدمہ میں انھیں کامیابی ملی اور معاملہ کی صلح وصفائی کچھ اس طرح ہوگئی کہ مولانا نے پھر ہمیشہ کے لیے اس مقام کو اپنا وطن ثانی بنالیا اور اشاعت دین حق کے لیے اپنی زندگی کے صبح وشام وہیں گذارنے لگے۔اس مقدمہ کے تعلق سے مختصراً ذکر مولانا وارث جمال نے اپنی کتاب ” کیا اسلام میں بریلوی کوئی فرقہ ہے“ میں کیا ہے سطور ذیل میں جس کا ماحصل پیش کیا جارہا ہے۔مولانا وارث جمال لکھتے ہیں کہ:

ڈومریاگنج ضلع سدھارتھ نگر میں مسجد وعیدگاہ کے تعلق سے سنی عوام اور وہابیوں کے درمیان جو تنازعہ چل رہا تھا جس میں وہابیوں کو شکست فاش ہوئی تھی۔وکیل کے جس بیان پر تحصیل بانسی میں منصفی ، دیوانی کورٹ کے جج نے عوام اہل سنت وجماعت کے حق میں فتح ونصرت کو جو فیصلہ صادر کیا تھا وہ بھی افادہ سے خالی نہ ہوگا۔درمیان بحث جج کے اس سوال پر کہ مسلمانوں کے باہمی نزاع میں یہ بار بار ”بریلی وبریلوی“ کا نام کیوں آتا ہے ؟وکیل نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا:

” جناب عالی ! جب انگریزوں نے اپنے مفاد اور اپنی حکومت کی مضبوطی کے لیے اپنے مسلم نما پادریوں کے ذریعہ اسلام کا تشخص ختم کرنا چاہا اور اسلام کی روح نکال کر اسے بے جان کرنا چاہا اور اس کا چہرہ بری طرح مسخ کیا جانے لگا اس پر بڑے بڑے داغ دھبے ڈال دیے گئے اور اس کے چہرے پر فتنوں کی اتنے جھاڑ جھنکاڑ نکل آئے کہ ایک مسلمان کے لیے اس کی صحیح پہچان بہت مشکل ہوگئی۔ایک طرف پورا برصغیر ہند تھا اور دوسری طرف مٹھی بھر چند انگریزی ایجنٹ اپنی پشت پر لا محدود مادی وسائل کا ذخیرہ لیے ہوئے تھے۔ان کی پشت پر ایک ایسی طاقت تھی جو دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھی جس کی حکومت کی حدود میں کبھی سورج ڈوبتا ہی نہیں تھا اس لیے اس نے بہت بڑا مذہبی آتنک واد پیدا کردیا۔لوگ کافی حیران اور پریشان تھے۔اور اپنے اپنے طور سے جس سے جتنا ہوسکتا تھا اسلام کی دفاع اور انگریزوں کے ان ایجنٹوں کی قرار واقعی حیثیت سے لوگوں کو خبردار کررہے تھے کہ اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے دین کی پہچان اور اس کی حمایت کے لیے سرزمین بریلی سے ایک عظیم شخصیت کو اٹھایا جس کا نام احمد رضا تھا اس نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے انگریزوں کے ایجنٹوں کو لگام دی اور ان کے سارے کس بل نکال دیے اور اسلام کے چہرے پر پڑے داغ دھبے جھاڑ جھنکاڑ کو صاف کیا اور اس کے چہرہ کو روشن وبے غبار کرکے آئینہ بنادیا اور انھیں للکارتے ہوئے خبر دار کیا کہ

کلک رضا ہے خنجر خونخوار ، برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

اس لیے اسلام کے خلاف فتنوں کے اس جنگل میں اس کی ذات کو حق اور سچائی کی شناخت کے لیے ایک معیار مان لیا گیا کہ وہ جس طرف ہے، حق اسی طرف ہے۔اہل سنت کی شناخت اسی حوالے سے ہونے لگی ،پوری اسلامی برادری نے اسلام کے اس مرد آہن کو دین وسنت کا پیشوا اور اہل سنت کا امام تسلیم کرلیا۔چوں کہ وہ بریلی کا رہنے والا تھا اس لیے مخالفین نے اہل سنت کو اس کی اتباع کرتے دیکھ کر ”بریلوی“ کہنا شروع کردیا۔اور کچھ لوگ تحقیراً سنی مسلمانوں کو ”رضاخانی“بھی کہنے لگے اور یہ وہابیت ، دیوبندیت ، سنیت کے مقابلے میں نہیں بلکہ اسلام کے مقابلے میں مستقل ایک مذہب ہے جس کا کام حقیقی اسلام کے مقابلے میں ایک ایسا مصنوعی اسلام پیش کرنا ہو جو اسلام کی روح سے بالکل خالی ہو ایک جسم بے روح کی طرح“۔(کیا اسلام میں بریلوی کوئی فرقہ ہے ؟ص 45)

موجودہ زمانے میں ”بریلویت“ ہو یا ”مسلک اعلیٰ حضرت“ یہی مسلک ارباب حق کی پہچان ہے۔ہمیں مسلک اعلیٰ حضرت کو اسی تناظر میں دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔مجھے امید ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے جو بدگمانیاں ارباب حق میں راہ پاگئی ہیں زود اثر دواؤں کی طرح یہ تمام باتیں بھی ان پر اثر انداز ہوں گی اور ان کی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوگا۔خدا کرے ایسا ہی ہو۔علامہ ارشد القادری جو بیسویں صدی میں جماعت اہل سنت وجماعت کے نمائندہ علما میں سے تھے۔موجودہ دور میں مسلک حق کی نمائندگی اور اپنی دینی مذہبی

شناخت کے لیے ”بریلویت“ ہی کو اہم سمجھتے ہیں۔

” امر واقعہ ہے کہ اہل سنت کا صحیح ترجمان ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی و دینی شخصیت ساری دنیا کے مسلمانوں کی مرکز فکر ہے۔ انھوں نے اپنی گراں قدر تصنیفات کے ذریعہ دین حق کو باطل کی آمیزش سے اس طرح پاک وصاف کر دیا ہے کہ اب ان کے فکر کے ساتھ وابستگی اہل حق کی علامت بن گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سارے فرقہ ہائے باطلہ کے مقابلے میں اپنی دینی و جماعتی شناخت کے لیے ”بریلوی“ کے لفظ سے زیادہ جامع اور مختصر کوئی دوسرا جملہ نہیں ہے۔ اللہ و رسول کے دوستوں سے دوستی اور اس کے دشمنوں سے علاحدگی ہی مسلک اعلیٰ حضرت کی تعبیر ہے“۔ (کیا اسلام میں بریلوی کوئی فرقہ ہے؟ ص 24)

امام احمد رضا فاضل بریلوی کسی نئے فرقہ کے بانی نہیں بلکہ مسلک سلف صالحین کے مجدّد تھے۔ اہل علم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ ایک دو فرقوں کے علاوہ برصغیر میں موجود سارے اسلامی فرقوں کی تاریخ انقلاب 1857ء کے بعد سے شروع ہوتی ہے مگر حیرت ہے کہ ان کو کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور سارا عتاب اس شخص پر نازل ہوا جس کا سلسلۂ ذکر و فکر ختمی مرتبت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کے صحابہ و تابعین، شہدا و صالحین و ائمہ مجتہدین و بزرگان دین سے ملتا ہے۔ پنجاب کے مشہور صحافی میاں عبد الرشید صاحب اس الزام کی تردید کرتے ہوئے کیا ہی دل لگتی بات فرماتے ہیں۔

”کہ فاضل بریلوی نے نہیں بلکہ مخالفین نے نئے فرقوں کو ایجاد کیا اس طرح ایک اور آزاد خیال اور جہاں دیدہ صحافی جناب شوکت صدیقی نے لکھا ہے کہ ”بریلوی“ کوئی فرقہ نہیں ”عشق رسول“ پر اختلاف کی وجہ سے مخالفین خود بخود الگ ہو گئے۔ وجہ اختلاف صرف ”عشق رسول“ ہے“۔ (تقدیم، جہان رضا لاہور، از محمد مرید احمد چشتی لاہور 1981ء)

یہ خیال بھی درست نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے دین اسلام میں ایک نئے فرقہ کی بنیاد ڈالی جس کو ”بریلوی“ کہا جاتا ہے۔ حالاں کہ ان کی تصانیف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت محتاط ہیں اور کوئی نئی چیز پیش نہیں کرتے بلکہ وہی کہتے ہیں جو پہلے کہا جا چکا ہے۔ چوں کہ بعض مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے زیر اثر وہ باتیں کچھ فراموش ہو گئی تھیں اس لیے جب فاضل بریلوی نے از سر نو تحقیق کر کے پیش کیں، تو نئی معلوم ہونے لگیں۔ پاک و ہند کے علما اور عوام کی ایک کثیر جماعت جو سلف صالحین کی پیرو ہے دل سے ان کی تائید و حمایت کرتی ہے۔ کیوں کہ وہ ہمیشہ قرآن و حدیث اور سلف صالحین کے اقوال و اعمال سے استناد و استشہاد کرتے ہیں اور دلائل و براہین کا ایک سیلاب بہاتے ہیں۔ اس لیے ان کے قلم کے شہید بھی ان کی علمیت و فقاہت کے قائل نظر آتے ہیں۔ یہی وہ مومنانہ فکر تھی جس کی مولانا حفیظ اللہ اشرفی درس و تدریس اور وعظ و خطابت کے ذریعہ ڈومریا گنج ہی نہیں بلکہ اس خطہ میں نشر و اشاعت کرنا چاہتے تھے چوں کہ ان کا یہ عمل خالصتاً لوجہ اللہ تھا اس لیے ہزارر کاوٹوں کے باوجود تکمیل مقصد کی طرف ان کا قدم بڑھتا گیا اور ایک دن وہ آیا کہ حالات ساز گار ہونے کے بعد مولانا حفیظ اللہ اشرفی نے نہ صرف مدرسہ مظہر العلوم بقرعیدیہ کو ترقی دی بلکہ خواجہ غریب نواز کے نام کی برکت حاصل کرتے ہوئے ایک وسیع آراضی پر 1993ء میں دار العلوم اہل سنت غریب نواز ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ بھی قائم کر دیا جس میں کچھ صاحبان ثروت حضرات جو ممبئی میں تجارت کرتے تھے انھیں ان کا تعاون ملا جس میں باصلاحیت اساتذہ کی تقرریاں ہوئیں اور اسی مسجد کے احاطہ میں ایک عظیم الشان مسجد کی بھی تعمیر کرائی گئی جس میں سیکڑوں طلبہ کے ایک ساتھ بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہونے کا نظم کیا۔ مولانا خدا کے پڑوسی تھے یعنی ان کا رہائشی کمرہ خانۂ خدا کے پڑوس میں تھا اور شاید ایسا اس لیے تھا تا کہ خانۂ خدا میں حاضری بغیر کسی دقت کے پنج وقتہ دے سکیں۔ انھی کے حجرہ کے اوپر عائشہ میموریل ٹرسٹ کی لائبریری بھی تھی اور ہے جس میں دینی علمی اور سماجی سیاسی اور تاریخی کتابوں کا انبار ہے جسے جناب شہزاد حسین سابق اسسٹنٹ کنٹرولر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ڈومریا گنج نے اپنی ماں کی یادگار میں قائم کیا ہے جس سے طالبان علم استفادہ کرتے ہیں۔ ادھر پچھلے چند سالوں سے اس ٹرسٹ کے زیر اہتمام مولانا حفیظ اللہ اشرفی نے ملک کے ان اساتذہ کی ایوارڈ کے ذریعہ پذیرائی کا بھی سلسلہ شروع کیا تھا جو ہمارے خیال سے سنی مدارس کے درمیان ان کا یہ اقدام قابل ستائش بھی تھا اور قابل تقلید بھی یہ ایوارڈ دعوت و تبلیغ کے علاوہ علمی، دینی و ملی خدمات انجام دینے والوں کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا اور دار العلوم اہل سنت غریب نواز کے وہ طلبہ جو اپنی جماعت (کلاس) میں زیادہ نمبر حاصل کر کے ممتاز ہوتے تھے ان کی بھی ایوارڈز کے ذریعہ حوصلہ افزائی کی جاتی تھی دار العلوم اہل سنت غریب نواز میں عائشہ میموریل ٹرسٹ کے زیر

اہتمام جو ایوارڈ دیے جاتے تھے ان کے نام اس طرح ہوتے ہیں۔

1۔ غوث اعظم ایوارڈ 2۔ سید سالار مسعود غازی ایوارڈ

3۔ امام احمد رضا ایوارڈ 4۔ غریب نواز گولڈ میڈل

5۔ شعیب الاولیاء گولڈ میڈل 6۔ مخدوم اشرف سمنانی گولڈ میڈل

صاحبان علم وفن کی پذیرائی اور محنتی طلبہ کی حوصلہ افزائی کا سلسلہ 2016ء سے شروع ہوا جو 2019ء تک جاری رہا 2020ء کا جلسہ تقسیم ایوارڈ کوڈ 19 کی وجہ سے منعقد نہ ہو سکا 2021ء کا اجلاس جس میں دار العلوم اہل سنت غریب نواز کے قیام کے 25 سال مکمل ہو رہے ہیں گولڈن جبلی کے طور پر منانے کا منصوبہ ہے مگر افسوس بانی ادارہ ہم میں کہاں؟ وہ تو جوار رحمت باری میں جا بسے ہیں مجھے امید ہے ان کے جانشین ومعاونین ان کے تمام منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے میں ذرہ برابر بھی تساہلی سے کام نہ لیں گے۔

دار العلوم کے قیام کے بعد تاحین حیات مولانا اسی ادارہ کے فروغ اور اس کی تعمیر وترقی میں شبانہ روز مساعی میں منہمک رہے ادارہ کے سالانہ جلسوں میں راقم السطور کو کئی بار بحیثیت خطیب حاضری کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے۔ ادھر ماضی قریب کے سالانہ جلسوں میں متواتر کئی سال برابر جانا ہوا تعلیمی نظم ونسق، طلبہ واساتذہ کی رہائش اور ان کے خورد ونوش سے مولانا کے حسن انتظام کا پتا چلتا تھا۔ یعنی وہ بیک وقت، مدرس بھی تھے، خطیب بھی، مبلغ دین بھی اور منتظم ومہتمم بھی سماج میں بھی ان کی گرفت مضبوط تھی جو ایک بار ان سے ملتا بار بار ملنے کی تمنا کرتا۔ بارہا مجھ سے فرماتے جب بھی آپ دہلی سے گھر آئیں ڈومریا گنج ضرور آئیں، دار العلوم اہل سنت غریب نواز کے طلبہ واساتذہ کو اپنی تجربات سے فائدہ پہنچائیں دو ایک بار تو ان کی باتوں پر عمل ہوا مگر کثرت مشاغل کے سبب ہر مرتبہ حکم کی تعمیل نہ کر سکا۔ سال گذشتہ جب مدرسہ کا سالانہ جلسہ اور تقسیم ایوارڈ کا جشن منایا گیا اس موقع سے حاضری ہوئی تھی وہی مولانا محمد حفیظ اللہ اشرفی سے میری آخری ملاقات تھی۔

کیا خبر تھی موت کا یہ حادثہ ہو جائے گا

21/ جنوری بروز جمعرات 2021ء کی شام میرے لیے کتنی بھیانک شام تھی جب مجھے جناب شہزاد حسین صاحب کے ذریعہ اس حادثہ جانکاہ کی خبر ملی جو اتفاق سے ایک دن قبل ہی ڈومریا گنج کسی ضروری کام سے تشریف لے گئے تھے۔ مولانا سے پُر تکلف ماحول میں ڈھیر ساری راز ونیاز کی باتیں کیں باقی گفتگو کو اگلے دن پر ٹال دیا گیا مگر کل کس نے دیکھا ہے؟ پیک اجل نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا اور مولانا ملک عدم کے لیے روانہ ہو گئے۔ خبر سنتے ہی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا برسوں کی پرانی یادیں جو تہ بہ تہ خانہ دل میں محفوظ تھیں نگاہوں کے سامنے گردش کرنے لگیں، استرجاع پڑھا، مغفرت کی دعائیں کیں اور پھر غم ویاس کے سمندر میں ڈوب ہو گیا۔

مولانا حفیظ اللہ اشرفی عمر میں مجھ سے ایک سال چھوٹے ضرور تھے مگر کارناموں کی بنیاد پر وہ مجھ کہیں بڑے تھے اور میں انھیں اپنا بڑا ہی صرف نہیں تسلیم کرتا تھا بلکہ عند الملاقات وہی آداب بھی ملحوظ خاطر رکھتا جو بڑے کے ساتھ کیا جاتا ہے شاید اسی لیے وہ مجھے دل سے چاہتے تھے اور مدرسہ میں میری آمد پر فرط مسرت سے ان کی باچھیں کھل جایا کرتی تھیں مولانا کی قربت دیکھ کر دار العلوم کے اساتذہ وطلبہ بھی میری خدمت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے ان کا مدرسہ نہ تو یوپی مدرسہ بورڈ سے ملحق تھا اور نہ ہی حکومت اتر پردیش سے امداد یافتہ اسی لیے شاید وہاں کا تعلیمی ماحول انتہائی پر سکون تھا اور ہے نہ اساتذہ میں کوئی چپقلش اور نہ ہی انتظامیہ میں کوئی جھگڑا، مدرسہ کے تمام امور ومعاملات میں مولانا ہی کے چشم وابرو کو دیکھ کر ہی فیصلے لیے جاتے جو انتہائی حکیمانہ اور مدبرانہ ہوتے۔ اسی لیے ادارہ اطمینان وسکون کے ساتھ شاہراہ ترقی پر گامزن تھا۔ مولانا کے جانشین مولانا مقصود اکرم اشرفی اگرچہ ابھی جواں سال ہیں مگر تائید رحمانی کے سبب ان شاء اللہ ادارہ کی تعمیر وترقی کے تعلق سے اپنے والد ماجد کے بنائے ہوئے خاکوں میں رنگ بھرنے کا فریضہ انتہائی دیانت داری اور ایمان داری کے ساتھ انجام دیں گے۔

مولانا حفیظ اللہ کی زندگی انتہائی سادہ تھی، سادگی ہی ان کا سب کچھ تھا ایک عظیم الشان ادارہ کی باگ ڈور نہ صرف ان کے ہاتھ میں تھی بلکہ اس کے بانی بھی وہی تھے مگر کسی قسم کی تمکنت ذہن ودماغ میں نہ تھی اپنا ہو یا پرایا سب سے ملنے کا انداز انتہائی مخلصانہ تھا مذہبی تصلب کے ساتھ سماجی معاملات میں ان کا مشورہ سب کے لیے عام تھا اسی وجہ سے بلا تفریق مذہب وملت سب کی نظروں میں ان کی قدر ومنزلت تھی اس کا اندازہ اس وقت ہوا جب مولانا سفر آخرت پر جا رہے تھے اور سخت سردی کے باوجود ان کے جنازہ کے پیچھے ہزاروں کی بھیڑ تھی اور سب کے دل ماتم کناں تھے۔ حکومت کے ضلعی افسران نے بھی ان کے جنازہ کو سرکاری انداز میں الوداع کہا۔ دار العلوم کے

احاطہ میں لحد تیار کی گئی، ان کے پیر و مرشد اجمل العلماء حضرت مولانا الحاج سید محمد اجمل حسین اشرفی الجیلانی مدظلہ النورانی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ اشرفیہ جہانگیریہ کچھوچھہ مقدسہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور اسی لحد میں کھلے آسمان کے نیچے رحمت الٰہی کے سایہ میں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں وَمِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى پڑھ کر 22/ جنوری 2021ء کو بعد نماز جمعہ سپرد خاک کر دیا گیا۔ اور لوگ غم واندوہ کے باعث بھاری قدموں سے یہ پڑھتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس ہو گئے۔

مہیمنا ، ملکا منعما خداوندا
بحق نعمت قرآں و دولت قاری
برحمت توکہ عام است در جہاں حق
بعزت توکہ خاص است در جہاں داری
ندیم قربت خود کن غریق رحمت خویش
مجاور رسل و انبیاء و مختاری
بساط صحن دہ از حلہ ہائے فردوسی
غلاف قبر کن از پردہ ہائے غفاری

مولانا حفیظ اللہ اشرفی سے دیرینہ تعلقات کی بنیاد پر میرے لیے ضروری تھا کہ ان کے لیے قطعہ تاریخ وصال قلم بند کروں اس کے لیے میں نے کوشش کی اور کچھ اشعار قلم بند کیے جو ہدیۂ قارئین وناظرین ہیں۔

قطعۂ تاریخ وصال

صاحب علم وہنر ، فہم وذکا لطف عمیم
ناشر حق وصداقت بندۂ رب کریم
ان کے ذہن وفکر میں نہ تمکنت نہ تھا غرور
مصطفیٰ کے نور سے پُر نور تھا قلب سلیم
تھے مدرسہ کے وہ بانی اور تھے وہ مہتمم
تھا فروغ علم ان کی زیست کا مقصد عظیم
زیور تعلیم سے ہر فرد ہو آراستہ
تھی یہی ان کی تمنا ، ہو جدید و یاقدیم
اسوۂ حسنہ نبی کا ان کے تھا پیشِ نظر
اس لیے ان کا قدم تھا بر صراط مستقیم
اولیاء اللہ سے ان کو عقیدت خوب تھی
دشمنِ دین نبی کو سمجھا گستاخ ولئیم
سادہ ان کی زندگی تھی سادہ ان کا پیرہن
سیدھی سچی بات وہ کرتا رہا مرد حلیم
بخش دے ساری خطائیں دیکھ مت فرد عمل
ہے سوا تیرے جہاں میں کون رحمٰن ورحیم
فضلِ حق کے سامنے ہو نیکیوں کا ذکر کیا
اپنی رحمت سے خدایا دیدے جنّٰت النعیم
تاریخ رحلت جب چلا لکھنے ترا انجم قلم
دفعتًا آئی ندا لکھ تھام کر قلبِ الیم
<u>بائے</u> بسم اللہ سے ہی مل گیا سالِ وصال
2
<u>بے گماں ہوں گے حفیظ اللہ جنت میں مقیم</u>
+2 2019ء = 2021ء

حضرت مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی کی اہلیہ محترمہ کا وصال پر ملال

مبارک حسین مصباحی

محب گرامی وقار حضرت مولانا مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی دام ظلہ العالی کی اہلیہ محترمہ کا وصال پر ملال ہو گیا، چہلم کے بعد حضرت موصوف کی کال آئی انہوں نے یہ الم ناک خبر سنائی، ہم نے اس غم انگیز خبر پر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، افسوس کا اظہار کرتے ہوئے تعزیتی کلمات عرض کیے۔ ہم نے کہا کہ ہمیں خبر ہی نہیں ہوئی ورنہ ہم فون کر کے تعزیت پیش کرتے۔ حضرت نے فرمایا کہ فیس بک وغیرہ پر کچھ احباب نے ڈالا تھا، ہم نے یہ سمجھا کہ آپ نے دیکھ لیا ہو گا، ہم اتنا فیس بک ہی کہاں دیکھتے ہیں، بس کبھی کبھار دیکھ لیتے ہیں۔ خیر جو ہوا انتہائی الم ناک حادثہ تھا، اللہ تعالیٰ آپ کی اہلیہ محترمہ مرحومہ کی اپنے خصوصی فضل سے مغفرت فرمائے۔ آمین۔

mubarakmisbahi@gamil.com

حضرت مفتی موصوف الجامعۃ الرضویہ، کلیان، ضلع تھانے میں قابل ذکر اور باصلاحیت درس نظامی کے استاد اور شیخ الحدیث ہیں، نوری دار الافتا کواٹر گیٹ بھیونڈی میں صدر مفتی ہیں، متعدد علمی اور فقہی کی کتابوں کے مصنف ہیں ہم نے بھی چند کتابوں پر وسعت بھر اظہار خیال کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ماشاء اللہ آپ اردو نیوز ممبئی میں ہفتہ وار "دینی رہنمائی" کے عنوان سے فتوے بھی جاری فرماتے ہیں۔ آپ کا یہ کالم بفضلہ تعالیٰ خوب پسند کیا جاتا ہے۔ ان کے فتاویٰ کا مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے، خدا کرے آپ اسی طرح مسلسل لکھتے رہیں، ورنہ علما اور مفتیان کرام کی صحافت کی جانب برائے نام دلچسپی دیکھنے میں آتی ہے، جب کہ یہ بھی اس دور میں ایک اہم دینی اور علمی خدمت ہے۔ علمی دینی اور شرعی موضوعات پر مضامین اور مقالات بھی لکھتے ہیں جو ملک کے مختلف اخبارات اور جریدوں میں شائع ہوتے ہیں۔ ہم بھی ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور میں بہت سے گراں قدر مضامین شائع کر چکے ہیں۔ مستقل کالم "بزم دانش" کے لیے بھی کال کر کے آپ کی تحریر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں باضابطہ جدید فقہی مقالات بھی تحریر فرماتے ہیں سیمیناروں میں بحیثیت مدعو تشریف لاتے ہیں اور باضابطہ مباحث میں حصہ لیتے ہیں۔

آپ اپنے گھر آسجہ، بائسی، پورنیہ، بہار میں تشریف لائے ہوئے تھے، رات دس بجے سے پہلے کا وقت تھا، اہلیہ نے فرمایا آئیے سویا جائے، آپ نے فرمایا بس ابھی دو ایک منٹ میں آتا ہوں، آپ نے سامنے ہال میں بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے، اہلیہ نے آرام گاہ میں میکسو (مچھر والی اگربتی) جلائی اور ماچس کی جلی ہوئی تیلی پیچھے کی جانب پھینک دی، پیچھے مٹی کا تیل وغیرہ رکھا ہوا تھا اس نے آگ پکڑ لی اور محترمہ اس کی زد میں آگئیں، ان کی آواز بلند ہوئی اور کچھ جلنے کی روشنی دیکھی تو حضرت مفتی صاحب اسی وقت پر تشریف لائے۔ آگ تو کسی طرح بجھ گئی مگر اہلیہ محترمہ کا بدن بھی متاثر ہو گیا، مگر کوئی بہت زیادہ تشویشناک صورت حال نہیں تھی۔ آپ کے احباب نے محترمہ اہلیہ کو الشفاء ہاسپٹل شہر پورنیہ میں ایڈمٹ کرایا۔ تیرہ دن کے بعد ڈاکٹر نے فرمایا اب یہ نارمل ہیں، انھیں آپ گھر لے جائیے زخم صاف کرتے ہوئے مرہم پٹی پوری توجہ سے کرتے رہیں۔ الشفا ہاسپٹل نے کچھ دوائیں بھی دی تھیں، مگر دس بارہ دن کے بعد پھر طبیعت بگڑی اور اسی الشفا ہاسپٹل میں حضرت مولانا مسجد رضا مصباحی اور حضرت مفتی صاحب کے برادر کبیر لے کر گئے۔ ڈاکٹر نے دیکھ کر کہا حالت اچھی نہیں ہے، آپ انھیں پٹنہ لے جائیں۔ 400 کلو میٹر سے زیادہ کا فاصلہ ہے آپ ابھی پہنچ بھی نہیں پائے تھے کہ 28 دسمبر 2020ء صبح پونے پانچ بجے دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئیں۔

ساتھ جانے والے حضرات اس مرحومہ مغفورہ کو دیکھ کر بے حال ہو گئے، مگر حق ہے:

﴿فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾ (الاعراف، آیت:34)

ترجمہ: تو جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہو نہ آگے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ان کی دینی اور ملی خدمات قبول فرمائے، صغائر و کبائر معاف فرمائے اور اپنے خصوصی فضل و کرم سے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور انھیں سیدۃ نساء العالمین حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خادمات میں منتخب فرمائے۔ آمین

موصوفہ مرحومہ پابند شرع، نیک، صالحہ اور اپنے محترم شوہر کی سچی خدمت گزار تھیں۔ مشکل وقت ہو یا خوش کن، ہر لمحہ صبر و شکر کے ساتھ زندگی گزارتی تھیں اپنے بچوں کا بھی خوب خیال فرماتی تھیں، آپ نے اپنے بچوں کو مارنے کے لیے کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا، بس اسی قدر فرما دیتی تھیں: اچھا نہیں مانتے تو آنے دو ابو کو شکایت کروں گی محترمہ مرحومہ ایک پابند صوم و صلات، بلند اخلاق خاتون تھیں ان کی جدائی حضرت مفتی صاحب کے لیے مسلسل غم کا سانحہ ہے۔ غم ہونا ایک فطری بات ہے اس مشکل وقت میں حضرت مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی دام ظلہ العالی کے غم میں ہم برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالی غیب سے بچوں کی کفالت کا کوئی انتظام فرما دے، ایسے وقت میں شریک حیات کا رخصت ہو جانا بڑا غم پیدا کرتا ہے مگر موت ایک ناقابل تردید حقیقت ہے ہر ایک کو اس نازک مرحلے سے گزرنا ہے اللہ تعالی ہم سب کو تاحیات دینی استقامت اور صراط مستقیم پر چلنے کی

توفیق عطا فرمائے آمین۔

6/فروری 2021 بروز جمعرات محترمہ مرحومہ مغفورہ کی چہلم کی فاتحہ ہوگئی، کثیر علماء اور محبین نے پروگرام میں شرکت سے نوازا، تعزیتی ارشادات سے سرفراز کیا، مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔ ہم بھی دل کی گہرائیوں سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی خوب مغفرت فرمائے، خاص طور پر شوہر محترم حضرت موصوف مفتی صاحب دام ظلہ العالی اور ان کی اولاد امجاد کو صبر و شکر کی توفیق ارزانی فرمائے، میکے اور سسرال والوں اور دیگر متعلقین کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے مالا مال فرمائے آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبك سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیه الصلاۃ و تسلیم ☆☆☆☆

علامہ مولانا محفوظ الرحمٰن رضوی علیہ الرحمہ

قافلہ عشق وفا کے ایک حدی خواں

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ النبی الامین صلی اللہ علیه وآله واصحابه اجمعین... حضرت علامہ مولانا محفوظ الرحمن رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (پ: 1950ء-م:2020ء) کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کے علاقہ چھچھ برہ زئی کے قبیلہ پٹھان موسی زئی کے فرد فرید ہیں علم و عرفان آپ کے خانوادے کی پہچان اور شناخت ہے۔ علم و قلم کی دولت آپ کو ورثے میں ملی۔ نامور اساتذہ کرام سے آپ نے اکتساب فیض کیا تو آپ کے علم و عمل میں مزید نکھار آیا۔ اور پھر ایک عالم باعمل، خطیب بے مثال اور مدرس باکمال کی حیثیت سے شہرت عام حاصل کی۔ آپ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ درس و تدریس اور امامت و خطابت کے فرائض اس پر شاهد و ناطق ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حسنِ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنے نام کے ساتھ "رضوی" لکھنے کا التزام فرماتے تھے۔ آپ صحیح معنوں میں فکر رضا کے امین اور قبلہ عالم گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خوشہ چین تھے۔ ناموس رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ختم نبوت کے تحفظ میں آپ نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اکابرین تحریک تحفظ ختم نبوت کا تذکرہ جب بھی آپ کی زبان پر آتا تو پھر آپ آنسوؤں کی زبان میں بولتے تھے۔ بولتے بھی ایسے کہ گویا آپ کی باتوں سے کوثر و تسنیم کی خوشبو آتی تھی۔ 1974ء کی تحریک ختم نبوت میں اپنے اساتذہ کرام کی سربراہی میں بھرپور حصہ لیا۔ اسی طرح 2018ء میں ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلے میں تحریک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تحت امیر المجاہدین علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قیادت میں چلنے والی تحریک میں بھی آپ نے خود بھی حصہ لیا اور اپنی اولاد امجاد کو سرگرم رکھا۔ المختصر ساری زندگی احقاق حق اور ابطال باطل آپ کا طرۂ امتیاز رہا۔ پیغمبر آخر الزمان حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ کی اہل بیت اطہار اور صحابہ کبار کے گستاخوں کے لئے تیغ مسلول تھے۔ آپ نے اپنی اولاد امجاد کی تربیت بھی اسی نہج پر فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی ساری اولاد امجاد اسی جادہ حق پر گامزن نظر آتی ہے۔ جامع مسجد فاروقیہ اٹک شہر میں فقیر نے آپ سے کئی یادگار ملاقاتیں کی ہیں۔ آپ کا حافظہ حیرت انگیز کا تھا۔ آپ اپنی زمانہ طالب علمی کی حسین یادیں سنانے لگتے تو اکابر اساتذہ کا انداز تدریس اور طریقۂ تربیت ہمارے سامنے آجاتا تھا۔ اللہ اللہ کیسے کیسے علم و عرفان کے آفتاب و ماہتاب تھے جن کی روشنی آج تک محسوس ہو رہی ہے۔ قلم و قرطاس سے بھی آپ کا گہرا تعلق رہا۔ اس پر بھی آپ کے مختلف مضامین و مقالات شاہد و ناطق ہیں جو مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہو کر سامنے آچکے ہیں۔ ضرورت ہے کہ آپ کے تمام مضامین و مقالات کو یکجا کر کے سلک مروارید کی طرح کتابی صورت میں سامنے لایا جائے تاکہ خواص و عام ان سے مستفیض ہو سکیں۔ یہ بات نہایت خوش آئند ہے کہ آپ کی اولاد امجاد ماضی کے دریچوں سے آپ کے احوال و آثار کو محفوظ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ آپ کی حیات و خدمات کو صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے

مدیر اعلیٰ الحقیقۃ، برہان شریف، ضلع اٹک، پنجاب

منصہ شہود پر لایا جائے۔ امید واثق ہے کہ آپ کی اولاد امجاد یہ معرکہ بھی ضرور سر کرے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل انہیں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے اور ان کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے اور میرے ممدوح حضرت علامہ مولانا محفوظ الرحمن رضوی رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب پر بھی اپنا فضل و کرم فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ☆☆☆☆

آہ! مولانا حافظ محمد عمر فاروق سعیدی بھی داغ مفارقت دے گئے

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ مسافرانِ آخرت کے قافلے نہایت تیزی سے جاری وساری ہیں ان میں ہمارے علماء ومشائخ اور ارباب بصیرت کی ایک کثیر تعداد بھی کاروانِ آخرت میں شریک ہوتی جا رہی ہے۔ ہزارہ کے ایک رجل رشید حضرت علامہ مولانا عبدالرشید رضوی رحمۃ اللہ علیہ کو ہم سے بچھڑے ابھی پانچ ماہ ہی ہوئے کہ آپ کے نہایت لائق و فائق فرزند جلیل علامہ مولانا حافظ محمد عمر فاروق سعیدی رحمۃ اللہ علیہ بھی 13/جمادی الآخر 1442ھ/27/جنوری 2021ء بروز بدھ کو ہمیں داغ مفارقت دے گئے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے صحیح جانشین تھے۔ آپ نے عالم، حافظ، مدرس اور منتظم کی حیثیت سے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت 2/جون 1963ء کو آپ کے آبائی گاؤں چھپڑ ضلع مانسہرہ (ہزارہ) میں ہوئی۔ آپ نے قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ پرائمری تعلیم اپنے گاؤں کے سکول سے حاصل کی اور میٹرک کا امتحان پرائیویٹ طور پر پاس کیا۔ اہل سنت کی معروف درس گاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں داخلہ لیا۔ وہاں قاری محمد ارشد چشتی سے قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی، قاری الٰہی بخش نوری اور قاری عبدالرشید سے قرأت وتجوید کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں ہی جامعہ کے نامور اساتذہ کرام سے درس نظامی اور دورہ حدیث کیا اور 1986ء میں یہاں سے فراغت حاصل کی اور سند حاصل کی۔

آپ کے مشاہیر اساتذہ کرام میں مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، شرف ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد رشید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی عبد اللطیف، مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ، مولانا سید غلام مصطفیٰ عقیل بخاری دامت برکاتہم العالیہ اور آپ کے عم محترم مولانا محمد صدیق ہزاروی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ لاہور بورڈ سے آپ نے فاضل عربی کا امتحان بھی پاس کیا آپ کی ساری زندگی درس وتدریس سے عبارت ہے۔ 1986ء تا دم آخریں جامعہ اسلامیہ حنفیہ عثمان آباد چھپڑ مانسہرہ (ہزارہ) کے ناظم اعلیٰ و مدرس اعلیٰ رہے، اسی طرح جماعت اہل سنت پاکستان کے صوبائی ناظم اعلیٰ اور تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے صوبائی ناظم اعلیٰ کے عہدے پر فائز رہے تھے۔ آپ نے خطابت کے میدان میں بھی خدمات انجام دی ہیں۔ کچھ عرصہ لاہور کی مختلف مساجد میں اور پھر اٹھائیس سال موضع چٹہ بٹہ مانسہرہ میں خطابت کے جوہر دکھائے ہیں۔

آپ نے زیارت حرمین شریفین کی سعادت بھی حاصل کی ہے۔ ایک بار حج بیت اللہ اور ایک بار عمرہ کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ مدینہ منورہ میں سرکار دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔ 1988ء میں آپ کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا تھا۔ آپ کی اولاد امجاد میں ایک صاحب زادی اور چار صاحب زادے محمد نعمان، محمد انس، محمد سعد اور محمد طلحہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل آپ کی بخشش فرما کر آپ کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

***

مدیر اعلیٰ الحقیقۃ، برہان شریف، ضلع اٹک، پنجاب

مکتوبات

آن لائن نظریہ تعلیم
مسائل و امکانات

دنیا میں کوئی ایسی ضرورت پیدا نہیں ہوئی جس کا حل نہ ڈھونڈا گیا ہو- مسائل پیدا ہوتے ہیں مگر امکانات ساتھ لاتے ہیں- ہیضہ، ٹی- بی، کوڑھ، پولیو، پلیگ جیسی درجنوں بیماریاں آئیں، سب کا حل بھی نکل آیا- سنہ 2019ء میں پوری دنیا کو چپیٹ میں لینے والی کورونا جیسی وبا آئی -نظام حیات معطل ہو کر رہ گیا، بلکہ معطل کر دیا گیا - آمد و رفت، تجارت و کاریگری، زراعت و معیشت، تعلیم و تعلم، تبلیغ و ارشاد غرض کہ زندگی کا کون ایسا شعبہ ہے جو اس سے متاثر نہ ہوا ہو؟ مگر کچھ ایام کے بعد زندگی رفتار پر آنے لگی، سڑکوں پر گاڑیاں دوڑنے لگیں -بازار میں حسب معمول چہل پہل آگئی- شادی بیاہ، کھیل کھلاڑی، جلسہ و جلوس سب کو کورونا سے مشروط آزاد کر دیا گیا- مگر تعلیم و تعلم کو نہ جانے کیوں کورونا کے حصار سے باہر نہیں نکالا جا سکا- طلبہ متفکر تھے سرپرست پریشان تھے -علم کی رہی سہی پونجی ذہن سے محو ہونے لگی تھی- ماہرین نے آن لائن نظریہ تعلیم پیش کیا تو پوری دنیا کے ساتھ ہندوستان نے بھی ہاں سے ہاں ملا دیا- سرکاری و غیر سرکاری اسکولوں کالجوں اور یونی ورسی ٹیوں کے ساتھ ان مدارس اسلامیہ نے بھی مجبوراً یا مسروراً اس نظریہ کا استقبال کر لیا، جو طلبہ کے ہاتھ میں اسمارٹ فون کو ناقابل معافی جرم تصور کرتے تھے- شروع شروع عام گھروں میں اس کی مذمت ہوئی اور حکومت وقت کی جانب سے تھالی اور تالی بجانے کی طرح تھوپا جانے والا حکم قرار دیا گیا- مگر دھیرے دھیرے اس کے بہتر نتائج سامنے آنے لگے- سرجاپوری کہاوت "نی ماموں سے کانا ماموں بھلا" کی عملی تصویر نظر آنے لگی- اب جب کہ تعلیمی ادارے کھلنے لگے ہیں- حکومت آف لائن درس و تدریس نافذ کرنے جا رہی ہے ،جس کے بعد آن لائن نظریہ تعلیم کی چمک دمک ماند پڑ جائے گی - اب آن لائن طرز تعلیم پر بحثیں کرنا دیر سے جاگنے کے مترادف ہے- مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ کووڈ-19 نے اسے ایک حساس موضوع بنا دیا ہے- اس حیثیت سے یہ بحث استحسان کی نظر سے دیکھی جانی چاہیے -

اگر ہم آن لائن نظریہ تعلیم کے فوائد کی بات کریں تو یقیناً اس میں متعدّد فوائد ہو سکتے ہیں- جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں-

(1) گھر بیٹھے تعلیم:

تعلیمی مراکز گھر سے زیادہ دور ہونے کی صورت میں طلبہ کو خاص کر دیہاتی طالبات کو بہت سی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے- آنے جانے میں کثیر اوقات بھی صرف ہو جاتے ہیں- آن لائن طرز تعلیم میں ان دقتوں سے راحت ملے گی- کم وقت میں زیادہ سیکھنے کا موقع فراہم ہو گا-

(2) دوہرانے کی سہولت:

آف لائن ذریعہ تعلیم کا ایک نقص یہ ہے کہ اساتذہ جو لکچر دیتے ہیں وہ فضا میں تحلیل ہو جاتے ہیں- صرف حاضرین ہی ایک بار سن پاتے ہیں- دوران درس ذرا ذہن غیر حاضر ہو گیا تو استاد کی پوری تقریر اس طالب علم کے لیے پھیکی پڑ جاتی ہے- آن لائن طرز تعلیم میں استاذ کی تقریر محفوظ ہو جاتی ہے- وقت ضرورت دہرانے کے امکانات باقی رہتے ہیں -

(3) اوقات تعلیم میں سیٹنگ:

گھریلو کام میں ہاتھ بٹانا ہر متوسط طبقہ کے طلبہ کو پڑتا ہے- کام کی بھیڑ ہو تو اسباق ناغہ ہو جاتے ہیں- ربط ٹوٹ جانے پر بسا اوقات آگے کے اسباق ناقابل فہم ہو جاتے ہیں- آن لائن نظریہ تعلیم کام کی بھیڑ میں بھی اپنے اوقات کو سیٹ کر کے تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیتا ہے-

(4) جدید ٹکنالوجی سے معرفت:

آن لائن طرز تعلیم سے طلبہ بہ ایک وقت تعلیم کے ساتھ ساتھ موبائل اور انٹرنیٹ چلانے کے گر سے واقف ہوں گے-

(5) تکرار سے بچاؤ:

آف لائن تعلیم میں ایک ہی سبق کو ہر سال نئے طلبہ کے لیے بار

بار پڑھانا پڑتا ہے- آن لائن طرز تعلیم میں ایک سال کے سبق کو نئے سال کے نئے طلبہ پر بھی نافذ کیا جا سکتا ہے- اچھے اساتذہ کی عدم فراہمی کی صورت میں کسی ایک اچھے استاد کی تقریر و تدریس کو کئی مدارس اور کئی سال کے طلبہ پر نافذ کیا جاسکتا ہے-

مسائل وامکانات:

متذکرہ بالا فوائد کے باوجود یہ کہنا بالکل درست ہے کہ آن لائن تعلیم کے نقصانات فوائد پر بھاری پڑ سکتے ہیں- اس نظریہ کا نفاذ کسی ہنگامی صورت حال یا مجبوری میں درست ہو سکتا ہے- اگر بالمشافہ درس وتدریس کے آسانی سے امکانات موجود ہوں، پھر بھی آن لائن طرز کو اپنانا چوہے کی تلاش میں پہاڑ کھودنے کے مترادف ہے- اس طرز پر متعدّد مسائل کھڑے ہوں گے- جن کا حل محال نہیں تو آسان بھی نہیں- چند مسائل درج ذیل ہیں-

(1) انٹرنیٹ کی دنیامیں اچھائیاں اور برائیاں ایک ساتھ جمع ہوتی ہیں، ایسے میں طلبہ کی غلط روی کے امکانات زیادہ ہوجاتے ہیں- کم عمر، خصوصانو عمر طلبہ پر نگرانی رکھنے کی ضرورت پڑے گی-

(2) جس گھر کے کئی بچے الگ الگ کلاس میں ہوں، ان کے لیے متعدّد فون، لیپ ٹاپ وغیرہ کی ضرورت پیش آئے گی، جو کثیر صرفہ کا باعث ہوگا- مگر اوقات کی تقسیم سے یہ مسئلہ بھی حل کیا جاسکتا ہے-

(3) آن لائن طرز تعلیم میں عموماً ماہانہ یا ہفتہ واری امتحانات بھی آن لائن ہوتے ہیں- اس سے طلبہ کے اندر لکھنے کی صلاحیت کمزور ہوگی- مگر امتحانات آف لائن کرکے اس کا بھی حل نکالا جاسکتا ہے -

(4) اساتذہ کے چند تعریفی کلمات جیسے "شاباش، بہت خوب، اور کوشش کرو" وغیرہ طلبہ کے اندر اسپرٹ پیدا کرتے ہیں- بسا اوقات اساتذہ کی خفگی یا ہم درس طلبہ کی تضحیک کا خوف بھی کارگر ثابت ہوتا ہے- آن لائن طرز تعلیم میں یہ گر اتنا موثر نہیں ہو پائے گا-

ان کے علاوہ بھی متعدّد نجی اور ذاتی مسائل ہو سکتے ہیں- ان مسائل و فوائد پر غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ اگر بہ ایک وقت آن لائن اور آف لائن دونوں طرز تعلیم کو نافذ کر دیا جائے تو یقینا اس میں دل آویزی پیدا ہوگی- آف لائن تعلیم میں کسی وجہ سے شرکت سے محروم رہنے والوں کو آن لائن سے فائدہ ہوگا-

از: محمد شہروز مصباحی

ماہ نامہ اشرفیہ اہلِ سنت وجماعت کا معتبر ترجمان

فخر صحافت حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہنامہ اشرفیہ اس وقت صرف جامعہ اشرفیہ ہی نہیں بلکہ اہل سنت وجماعت کا معتبر ترجمان ہے، فارغین اشرفیہ کی تحریری دھمک میں جامعہ اشرفیہ اور ماہنامہ اشرفیہ دونوں کا زور کام کر رہا ہے- ایک مضمون "شعیب الاولیا: شیدائے اعلی حضرت" لوک ڈاون میں ہی ماہنامہ اشرفیہ کے لیئے حاضر خدمت کیا تھا، جو شاید لوک ڈاون کا شکار ہو گیا یا پھر آپ کی نظر عنایت سے محروم رہ گیا- آج پھر آپ کی بارگاہ میں حاضر کرتا ہوں اگر کوئی کمی ہے تو آپ اصلاح دیکر شامل اشاعت فرمائیں اور شکر گزاری کا موقع دیں یا پھر بذریعہ فون ہدایات فرمائیں-

از: محمد شہروز مصباحی، موہنا چوکی، کدوا، کٹیہار بہار

مفتیِ اعظم مندسور پر قسط وار لکھنے پر ہماری شکر گزاری

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تنویر العلماء حضرت مفتی عبد المنان قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بستوی مندسوری کے مختلف شعبہ ہائے حیات پر تفصیلی اور قسط وار مضمون تحریر فرمانے اور ماہنامہ میں شائع کرنے پر تمام وابستگان مفتی اعظم مندسور اپنے مرکز علم و فن الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے دینی و علمی ترجمان ماہنامہ اشرفیہ کی موقر ادارتی و مشاورتی ٹیم بالخصوص پیکر اخلاص و محبت فخر صحافت، مدیر اعلیٰ حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی قبلہ دامت برکاتہ العالیہ کے صمیم قلب سے شکر گزار ہیں-

کرم فرما استاد گرامی وقار حضرت علامہ مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی مسلسل ماہنامہ کے مخصوص کالم انوار حیات میں دینی و ملی میدان میں کام کرنے والے علما و مشائخ کی خدمات کا ذکر کرتے ہیں، جس سے جہاں ان کے کارہائے نمایاں تحریری شکل میں محفوظ ہو جاتے ہیں وہیں ان کی جد وجہد اور سعی پیہم سے نسل نو کے کو سیکھنے کا موقع ملتا ہے-

اللہ تعالی ادارتی و مشاورتی مجلس کے جملہ بزرگوں کا سایہ ہم پر دراز فرمائے- دعا کا طالب

محمد یوسف نظامی مصباحی

دارالعلوم غریب نواز مالیہ کھیڑی مندسور

خیر و خبر

مسلمان ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے قربانی دیں

آخری سانس تک ان کی عزت و عظمت کی حفاظت کرنا ہر مومن پر فرض ہے، حکومت گستاخوں پر فوری کاروائی کر کے ملک میں امن و امان کو قائم رکھے۔

آج کل گا ہے بگا ہے ہر ملک کے اندر اور باہر دہشت پسندوں اور امن و امان کو برباد کرنے والے عناصر کی طرف سے ذات رسالت مآب ﷺ اور اسلام کی مقدس شخصیات پر رکیک حملے اور نازیبا بکواس کی جا رہی ہیں، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ یہ نازیبا حرکتیں شدت پسندوں کی سوچی سمجھی سازش کا حصہ ہیں اور اس کے پیچھے ایک بہت بڑا دہشت گردوں کا گروہ شامل ہے جس کے ذہن و فکر میں صرف تخریب کاری ہی بھری ہوئی ہے، وہ ایسی حرکتوں کے ذریعے مسلمانوں کو مشتعل کرنا چاہتے ہیں، ان کے جذبات کو بھڑکا کر امن و امان کو خراب کرنا چاہتے ہیں، اس گروہ کو معلوم ہے کی ساری دنیا کا مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر شان رسالت ﷺ میں ذرہ برابر بھی توہین برداشت نہیں کر سکتا خواہ اس کے لیے کچھ بھی قیمت چکانی پڑ جائے۔ اور زندگی کی آخری سانس تک شان رسالت کا دفاع کرنا ضروری ہے، انسان کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے تجارت اور مالِ واسباب کی فراہمی ضروری ہے مگر ایک مومن کی نگاہ میں سب سے زیادہ ضروری اور اہم کچھ ہے تو محبت رسول اور عزت و عظمت رسول علیہ السلام کی حفاظت ہے، اس جذبہ کے بغیر انسان کچھ بھی ہو جائے مگر وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ شاتم رسول کی سزا مذہب اسلام میں قتل ہے اور دورِ حاضر میں ہماری ذمہ داری ہے کی شاتمِ رسول کو قانون کے دائرے میں سخت سے سخت سزا دلائیں۔ اس سے ہر طریقے کا تعلق منقطع کر لیں۔ اپنی طاقت کے مطابق عدلیہ میں جا کر اس کے خلاف کیس درج کرائیں، قانونی کارروائی کریں۔ افسوس ہے کہ اظہار رائے کی آزادی کے نام پر ایسی نازیبا حرکتیں کی جا رہی ہیں جس سے صرف فتنہ اور شدت میں اضافہ ہی ہوگا، ملک کا ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر بد نظمی اور نفرت وشدت کے بڑھنے کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔ آج کرونا کی وجہ سے معاشیات کی کمر ٹوٹ چکی ہے، اسے مضبوط کرنے کی فکر ہونی چاہیے، مگر اس سے بے فکر ہو کر تعصب کی آگ کو بھڑکانے میں ایک گروہ ملک کے اندر اور بیرون ملک لگا ہوا ہے۔ ایسے ظالموں کے خلاف حکومت کو سخت کاروائی کرنی چاہیے، اگر ایسے ظالموں پر کاروائی نہیں ہوئی اور بروقت ایسی حرکتوں پر روک نہیں لگی تو ملک کے امن و امان کو ایسے ظالم لوگ برباد کر دیں گے جو کسی بھی ملک کے روشن مستقبل کے لیے بہت بڑی رکاوٹ اور خطرہ ہیں ، لہٰذا میری ارباب اقتدار سے گزارش ہے کہ ملک کے امن و امان اور تعمیر و ترقی کی خاطر ایسی حرکتوں پر روک لگائیں اور اس کام کے مرتکب کو سخت سزا دے کر فتنہ کا دروازہ بند کر دیں۔

بیان از: **مفتی محمد منظر حسن خان اشرفی مصباحی**
بانی عالمی سنی صوفی تحریک الہند

بنارس میں مرحوم الحاج عبدالحکیم عزیزی کے دولت کدہ پر عرس عزیزی کی تقریب

امسال بین الاقوامی طور پر کرونا وائرس کی بیماری کی وجہ سے جلسہ جلوس اور اعراسِ بزرگان دین کی تقریبات ہجومِ کثیر کے ساتھ منانے کی کہیں بھی اجازت نہیں تھی، حکومت ہند کی گائیڈ لائن کی وجہ سے شہزادہ حضور حافظ ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ نے عرس حافظ ملت میں محدود افراد کی شمولیت کا اعلان فرمایا تھا، نیز مریدین و متوسلین اور عاشقان حافظ ملت کے لیے یہ پیغام نشر کیا تھا کہ اپنے گھر میں رہ کر ہی بارگاہ حافظ ملت میں گلہائے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے قل شریف کا اہتمام کریں۔ اس لیے اپنے مرشد کے حکم کو بسر و چشم قبول کرتے ہوئے بہی خواہ الجامعۃ الاشرفیہ عالی جناب مرحوم الحاج عبدالحکیم عزیزی کے صاحبزادگان جناب امیر الحکیم عزیزی جناب مختار عزیزی جناب دیپو عزیزی نے اپنے دولت کدہ پر 16 جنوری 2021 مطابق یکم جمادی الآخرہ 1442ھ بروز سنیچر نہایت ہی تزک و احتشام کے ساتھ ایک محفل پاک کا انعقاد کیا۔ بعد مغرب تا عشا قرآن خوانی کا سلسلہ جاری رہا، وابستگان سلسلہ باری باری آتے رہے اور رحمت و

نور کے ماحول میں قرآن عظیم کی تلاوت ہوتی رہی۔ نماز عشا کی ادائیگی کے بعد خلیفۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی عبدالحنان رضوی مصباحی استاد مدرسہ مجیدیہ سرائے ہڑہا، وارانسی کی صدارت میں قاری محمد بلال خطیب و امام مسجد ڈھائی کنگورہ بنارس نے تلاوت قرآن پاک سے محفل نور کا آغاز کیا، اس کے بعد نبیرۂ الحاج عبدالحکیم عزیزی ، مولوی ریحان رضا عزیزی نے بارگاہ رسالت مآب میں نعت رسول پاک ﷺ کا نذرانہ پیش کیا اور بارگاہ حافظ ملت میں منقبت کا خراج بھی پھر صدر اجلاس مفتی صاحب نے حضور حافظ ملت کی عبقری شخصیت پر ایک پر مغز خطاب فرمایا اور اپنی تقریر میں فرمایا کہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان وہ علمی و فکری سرچشمہ ہیں جن کی نگاہ التفات نے اپنے ارشد تلامذہ کو نگہبانی کا سلیقہ بخشا، علمی فیضان سے مالا مال کیا، فکر و شعور کو بالیدگی عطا کی، قوت ارادی کو صحیح سمت میں استعمال کرنے کا حوصلہ دیا۔ آپ اپنے مشفق استاذ حضرت صدر الشریعہ کی ایما پر مبارک پور اعظم گڑھ میں خدمتِ دین کا مقصد لے کر پہنچے اور آپ نے اپنے استاد محترم کے اعتماد و وقار کو ذرہ برابر بھی ٹھوس نہ پہنچنے دی، پوری دل جمعی کے ساتھ میدان عمل کے اس دشوار ترین سفر کو جاری رکھا اور اعلیٰ درجہ کی کامیابی حاصل کی۔ جب دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم کی پرانی عمارت اپنی تنگ دامانی پر شکوہ کناں ہوئی تو قصبہ مبارک پور سے باہر ایک وسیع سطح زمین پر پر شکوہ شہرستان علم و فضل بسانے کے لیے ایک زمین حاصل کی۔ اور مئی 1972 مطابق ربیع الاول 1353ھ میں الجامعۃ الاشرفیہ کا جشن تاسیس منایا گیا جو اشرفیہ کی تاریخ میں تاریخ ساز تعلیمی کانفرنس کے نام سے مشہور ہوا اور آج بھی اس کانفرنس کو مثالی کانفرنس کے طور پر یاد کیا جاتا ہے، جہاں سے تحریک اشرفیہ کو ایک نئی راہ ملتی ہے۔ اخیر میں صلاۃ و سلام، صدر اجلاس کی دعا اور تقسیم لنگر پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی کو عظیم صدمہ

مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی کی اہلیہ (متوفیہ 28 دسمبر 2020 بروز پیر بوقت صبح صادق) کے چہلم کے موقع پر محفل ایصال ثواب کا انعقاد۔

موت برحق ہے اس سے کسی کو انکار نہیں۔ خالق کائنات نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ موت انسان کے لیے من جانب اللہ ایک حکم ہے اور آزمائش بھی ہے۔ اس آزمائش کے ذریعے اللہ رب العزت اپنے بندوں کے صبر و تحمل کا امتحان لیتا ہے اور نیک بندوں کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا : "الذي خلق الموت والحياة ليبلوكم أيكم أحسن عملا وهو العزيز الغفور" اللہ رب العزت اپنے بندوں کو کن کن چیزوں سے آزماتا ہے اس کا بھی ذکر قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے: "وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ." اللہ رب العزت کی آزمائش میں جو صبر کرتا ہے اس کے لیے رب تعالیٰ کی جانب سے بشارت بھی ہے۔

اللہ رب العزت نے استاذ گرامی فقیہ اہل سنت حضرت علامہ مفتی محمد مبشر ازہر مصباحی کو ان کی شریک حیات کو ان سے جدا کر آزمایا یقیناً مفتی صاحب قبلہ کی اہلیہ ایک پاک دامن، پارسا، صوم و صلاۃ کی پابند اور حقوق شناس تھی۔ جن کے متعلق حضرت مفتی صاحب قبلہ کو خود کہتے ہوئے سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ "شریعت اسلامیہ میں بیویوں پر شوہر کے جو حقوق نافذ ہیں میری اہلیہ نہ صرف حقوق و فرائض ادا کرتی تھیں بلکہ میرے راحت و سکون کے لیے وہ اپنا سکون بھی بھول جایا کرتی تھیں۔ اور شوہر کے ساتھ اسلام میں محبت کا جو تصور ممکن ہے وہ اس پر مکمل کاربند تھی۔ ان کی محبت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ میرے احباب میں سے کوئی اگر میرے تعلق سے کبھی مذاق کرتا تو وہ نہ صرف ناگوار محسوس کرتی بلکہ اس کا برملا رد بھی کرتی تھی، بچوں کو کبھی نہیں جھڑکتی نہ مارتی اگر کوئی شرارت بھی کرتا تو صرف اتنا کہتی آنے دو تمھارے ابو کو میں ان سے بتاتی ہوں۔

حضرت فرماتے کہ میں شوگر کا مریض ہوں دار الافتاء میں بیٹھے رہنے اور ادھر ادھر کے سفر پر جانے کی وجہ سے بہت تھک جاتا تو وہ میرے پیر دباتی یا سر مالش کرتی اسی بیچ میری آنکھ لگ جایا کرتی اور جب کافی دیر بعد میری آنکھیں کھلتیں تو دیکھتا کہ وہ میرے پیر دبا ہی رہی ہے میرے منع کرنے کے بعد بھی جلد نہیں رکتی تھی۔"

ایسی وفادار، باحیا شریک حیات کا داغ مفارقت دے جانا یقیناً کافی رنج و غم کی بات ہے اور ایسے حالات میں خود کو سنبھالنا بچوں کی پرورش کرنا جو ابھی شعور و آگہی کی منزل سے دور ہے یقیناً ایک مشکل امر ہے۔ جو بھی ہو خدا کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔

حضرت کی اہلیہ کی چہلم کے موقع پر 4 فروری 2021 بروز جمعرات مناظر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمن مضطر رضوی طول اللہ عمرہ کی صدارت میں قادری مسجد آسجہ بائسی ضلع پورنیہ کی سرزمین پر

ایصال ثواب کی محفل کا انعقاد ہوا۔ پروگرام کی ابتدا حافظ و قاری جناب فیصل رضا صاحب نے تلاوت قرآن مقدس سے کی ۔ جبکہ نظامت کا فریضہ سیمانچل کے معروف نقیب حافظ و قاری نیاز احمد رضوی نے انجام دیا۔ مولانا احمد رضا مرکزی اور دیگر نعت خواں حضرات نے نعت و منقبت کے دلکش، دلنشیں، سحر آفریں نغمات گنگنائے۔

ناظم بزم نے مقرر نوجوان حضرت مولانا مفتی آفاق عالم مرکزی کو دعوت خطاب پیش کیا۔ مولانا موصوف نے موت اور صبر کے موضوع پر مختصر اور جامع خطاب فرمایا۔ اس کے بعد حضرت مولانا نیاز احمد مصباحی پرنسپل دار العلوم اشرفیہ بجلہ بائسی نے بصیرت افروز تفصیلی خطاب فرمایا۔ پھر مقرر خصوصی مبلغ اسلام حضرت مولانا مفتی مختار عالم رضوی کولکاتا کو مدعو کیا جنہوں نے بے پناہ ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے خطاب کے دوران فرمایا کہ مفتی مبشر ازہر مصباحی جو خود ترجمان مسلک اعلیٰ حضرت اور ایک جید عالم دین ہیں یہ خود ملک کے گوشے گوشے میں دین و سنت کی باتیں پہنچاتے ہیں عوام الناس کو دین کی باتیں سمجھاتے ہیں ،انہیں سمجھانے کی ضرورت نہیں یہ خود سمجھدار ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم ان کی دلجوئی اور کلمات تعزیت پیش کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ کیونکہ جب کوئی محبوب فرد الوداع کہہ جاتا ہے تو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اسی کے ضمن میں مولانا موصوف نے ایک واقعہ ذکر فرمایا کہ ”حضور اکرم ﷺ ایک مرتبہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گئے۔ آپ کی گود میں ایک بچہ دیا گیا۔ اسی وقت اس بچے کی روح قبض ہوگئی۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضور کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ ایک صحابی نے عرض کیا حضور یہ کیا عالم ہے؟ آپ تو اس سے منع کرتے ہیں۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے جواب دیا یہ رقت قلب کی بنیاد پر ہے“ اخیر میں موصوف یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے کہ رب کی رضا پر ہم راضی رہیں۔ اور مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہیں۔

اس کے بعد ادیب شہیر حضرت علامہ مفتی حسن منظر قدیری طول اللہ عمرہ کو ناظم بزم نے دعوت دی مفتی صاحب محفل میں شرکت کے مقاصد بیان فرمائے، اپنے لکھے ہوئے چند اشعار گنگنائے اور مرحومہ کے لیے مغفرت کی دعائیں کرتے ہوئے رخصت ہوگئے۔

مولانا عسجد رضا مصباحی نے اخیر میں فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمن رضوی طول اللہ عمرہ کو دعوت خطاب پیش کیا۔

حضرت فقیہ النفس قبلہ نے ایصال ثواب کو موضوع سخن بنایا۔ قرآن مقدس کی آیت ”يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ“ سے اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔ موصوف نے ذکر کیا کہ کفار اپنے قبروں میں نا امید ہیں، جب کہ اسی آیت سے واضح ہوتا ہے کہ مومنین نا امید نہیں ہیں انہیں زندوں سے ایصال ثواب کی امید رہتی ہے۔ اپنی اس بات کو عوام الناس کو بہترین انداز میں سمجھانے کے لئے حضرت جنید بغدادی کا یہ واقعہ پیش کیا۔ ”حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ صوفیاے کرام کی دعوت ہوئی تھی۔ صوفیاے کرام کا مجمع ہوا۔ دستر خوان پر جب بیٹھے تو اس دستر خوان پر ایک نوجوان بھی تھا۔ جس کے متعلق لوگوں میں یہ مشہور تھا کہ ان کو کشف ہوتا ہے۔ جب دستر خوان پر کھانا پروسا گیا اور کھانے کی باری آئی تو اچانک وہ نوجوان رو پڑا۔ لوگوں نے پوچھا کیا ہوا؟ کیوں اچانک رو پڑے؟ اس نوجوان نے کہا“ میں دیکھ رہا ہوں فرشتے میری ماں کو جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں“ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے ستر ہزار کلمہ پڑھ کر رکھا تھا ابھی تک کسی کے نام ایصال ثواب نہیں کیا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں اس کا ثواب اس نوجوان کی ماں کو ایصال کر دیا۔ اچانک وہ لڑکا ہنسنے لگا لوگوں نے پوچھا کیوں ہنس رہے ہو؟ ابھی تو رو رہے تھے۔ اس نوجوان نے جواب دیا کہ ابھی میں دیکھ رہا ہوں کہ فرشتے میری ماں کو جنت کی طرف لے جا رہے ہیں“ اسی لئے ہمیں چاہیے کہ ایصال ثواب کریں اور موصوف نے مرحومہ مغفورہ کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہوئے رخصت ہوگئے۔

صلاۃ و سلام اور فاتحہ خوانی کے بعد حضرت مفتی حسن منظر قدیری طول اللہ عمرہ نے رقت انگیز دعا فرمائی۔ بعدہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں کثیر تعداد میں علمائے کرام مفتیان عظام شریک تھے۔ خاص طور پر مولانا خواجہ آصف رضا مصباحی، مولانا نیاز احمد مصباحی، مولانا سید احمد کبیر، مفتی فضیل یسینی رشیدی، مولانا صبغۃ اللہ مصباحی رشیدی، مولانا سلیم الرحمن رضوی، مولانا شبیر عالم رضوی، مولانا مشتاق جیلانی، مفتی ناصر رضا، مولانا منظر محسن، مولانا احمر رضوری، مولانا عمار رضا رضوی، مفتی اقدس رضا قادری، مولانا قاری مجسم رضا رضوی، مولانا نبیل اختر مرکزی، مولانا تنویر ارشد رشیدی، مولانا مبارک حسین رضوی، مولانا نوشاد عالم رضوی، مولانا ثاقب رضا رشیدی عبیدی، مولانا حسن رضا، مولانا مخدوم رضا رضوی، مولانا ریحان رضا مرکزی، مولانا تفضل عالم مصباحی، مولانا عسجد رضا مصباحی، مولانا تبریز رضا افقر، مولانا شہنواز عالم، حافظ کبیر رضا، حافظ منظر عالم، حافظ مناظر رضا، مدارس کے دیگر طلبہ اور خویش و اقارب کثیر تعداد میں موجود تھے۔

تحریر۔ محمد تفضّل عالم مصباحی پورنوی
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی 9889916329